از مطبوعات پروگرام نشر السنۃ۔ سلسلہ نمبر ۹

حقیقت تقلید و اجتہاد

ترجمہ اردو

القول المفید فی ادلۃ الاجتہاد والتقلید

امام محمد بن علی شوکانی رح

پروفیسر طیب شاہین لودھی

فاروقی کتب خانہ بیرون بوہڑ گیٹ پرانی سبزی منڈی روڈ ملتان

برائے تبصرہ

حقیقتِ تقلید و اجتہاد

ترجمۂ۔ القول المفید فی ادلّۃ الاجتہاد والتقلید

علّامہ محمّد بن علی شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ

ترجمہ و تعلیق

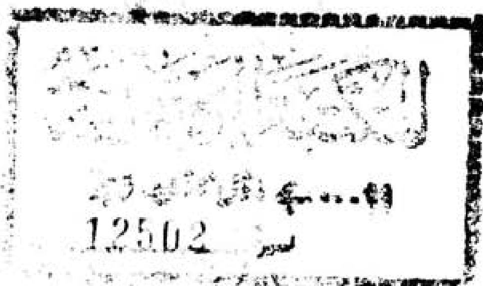
پروفیسر طیّب شاہین لودھی

ناشر

نشر السُّنّۃ، بیرون بوہڑ گیٹ مُلتان

سلسلہ اشاعت تراجم نمبر ۲

نام کتاب	القول المفید
مصنف	امام محمد بن علی شوکانی
نام مترجم	طیب شاہین لودھی
کتابت	خلیل الرحمٰن چشتی
طباعت	روحانی پریس ملتان
ناشر	فاروقی کتب خانہ ملتان
تعداد صفحات	۱۲۸
تعداد اشاعت	۶۰۰
بار	اوّل
قیمت	۱۸/- روپے



فہرست مضامین

تقدیم

مسئلہ تقلید و اجتہاد پچھلے کئی سو سال سے ایک معرکۃ الآراء مسئلہ بنا ہوا ہے۔ تقلید کے قائلین دعویٰ کرتے ہیں کہ اجتہاد کا دروازہ بند ہو چکا ہے۔ اب آئمہ اربعہ میں سے کسی ایک کی تقلید کئے بغیر چارہ نہیں۔ اُن کی آراء اور اجتہاد سے اختلاف تشتت و افتراق اور جماعت و سواد اعظم سے انحراف شمار ہوگا۔ بلکہ ایک امام کے مذہب کو چھوڑ کر دُوسرے امام کے مذہب کو اختیار کرنا بھی انحراف اور قابلِ تعزیر ہے۔

اجتہاد کے قائلین کہتے ہیں کہ تقلید جائز نہیں۔ اجتہاد کا دروازہ قیامت تک کے لئے کھلا ہے مُسلمان کسی بھی زمانے میں اجتہاد کی ضرورت سے مستغنی نہیں رہ سکتے ہر وہ شخص جس میں اجتہاد کی شرائط جمع ہیں اجتہاد کرنے کی اہلیت رکھتا ہے مختلف ظروف و احوال کے تقاضوں سے عہدہ برآ ہونے کے لئے اجتہاد اُمتِ مسلمہ کا اجتماعی فریضہ ہے۔ صحابہ کرامؓ سے لے کر آج تک کسی زمانے میں بھی اُمت مجتہدین کے وجود سے خالی اور اس فریضے سے غافل نہیں رہی۔ قرآن وسُنّت کی نصوص اور تاریخ فقہ اس پر گواہ ہیں۔

تقلید امام غزالیؒ "المنخول" اور "المستصفیٰ" میں رقمطراز ہیں التقلید ھو قبول قول بلا حجۃ۔ تقلید کسی قول کو بلا دلیل اختیار کر لینے کا نام ہے[1]۔ پھر امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ تقلید اصول و فروع میں حصولِ علم کا طریقہ نہیں ہے[2]۔

---

[1] المنخول صد ۴۷۲ المستصفیٰ جلد ۲ صد ۳۸۷

[2] المنخول صد ۴۷۲

علامہ محب اللہؒ "مسلم الثبوت" میں فرماتے ہیں" التقلید العمل بقول الغیر من غیر حجۃ[1] غیر کے قول پر کسی دلیل کے بغیر عمل کرنے کا نام تقلید ہے۔

علامہ ابن الہمامؒ ان الفاظ میں تقلید کی تعریف کرتے ہیں التقلید العمل بقول من لیس قولہ احدی الحجج بلا حجۃ[2] تقلید کسی ایسے شخص کے قول پر بلا دلیل عمل کرنے کو کہتے ہیں جس کا قول دلائل (اربعہ) میں شمار نہیں ہوتا۔

علامہ قفالؒ فرماتے ہیں۔ ھو قبول القول وانت لا تعلم من این قال[3]۔ تقلید کسی ایسے شخص کے قول کو قبول کر لینے کا نام ہے جس کے متعلق آپ نہیں جانتے کہ اس نے یہ قول کہاں سے لیا ہے۔

علامہ سیف الدین الآمدیؒ کہتے ہیں۔ اما التقلید فعبارۃ عن العمل بقول الغیر من غیر حجۃ ملزمۃ[4] تقلید غیر کے قول پر بغیر کسی ایسی دلیل کے جو اس پر عمل کو لازم قرار دیتی ہو، عمل کرنے کا نام ہے۔

تقلید کی یہ چند تعریفیں ہیں ان سب کا ایک ہی مفہوم ہے کہ دلیل پوچھے بغیر کسی کے قول کو اختیار کر لینا تقلید ہے۔ تقلید کی بہترین تعریف وہ ہے جو خود علامہ شوکانیؒ نے کی ہے۔ التقلید ھو قبول رائی من لا تقوم بہ الحجۃ بلا حجۃ کسی ایسی ہستی کی رائے کو بغیر دلیل اختیار کر لینا، جس کی رائے حجت نہیں تقلید کہلاتا ہے۔

"مسلم الثبوت" کی شرح "فواتح الرحموت" میں علامہ عبدالعلی محمد بن نظام الدین حجت اور دلیل کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ "حجت سے مراد ہے دلائل اربعہ یعنی قرآن،

---

[1] مسلم الثبوت مع شرحہ فواتح الرحموت جلد ۲ صفحہ ۴۰۰ [2] ارشاد الفحول للشوکانی صفحہ ۲۶۵
[3] ارشاد الفحول صفحہ ۲۶۵ [4] الاحکام فی اصول الاحکام۔ للآمدیؒ جلد ۴ صفحہ ۲۹۷
[5] ارشاد الفحول صفحہ ۲۶۵

سنت، اجماع اور قیاس[1]۔ بنابریں علامہ آمدیؒ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور اجماع مجتہدین کی طرف رجوع کرنا تقلید کے زمرے میں نہیں آتے کیونکہ آپؐ کا قول اور مجتہدین کا اجماع بذاتِ خود دلیل ہیں۔ اسی طرح ایک عام آدمی کا مفتی کے قول کی طرف رجوع کرنا اور قاضی کا شاہدِ عادل کی شہادت پر فیصلہ دینا تقلید نہیں کہلاتا۔ کیونکہ یہ بھی دلیل سے خالی نہیں۔

تمام اہلِ علم کا اتفاق ہے کہ دلیل اور برہان سے مراد نصِ قرآنی یا وہ حدیث نبوی ہے جو صحت کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہو۔

اتباع اور تقلیدِ جامد میں فرق

اہلِ علم اتباع اور تقلیدِ جامد میں تفریق کرتے ہیں کسی ایسے قول کی طرف رجوع کرنا جس پر دلیل ہو۔ اتباع کہلاتا ہے۔ مراد یہ ہے کہ قرآن و سنت کی دلیل کے ساتھ اہلِ علم کی پیروی کی جائے۔ ایک عامی کے قلب پر بھی یہ شہود غالب رہنا چاہیئے کہ حقیقی مطاع شارع ہے اور ایک مجتہد کی پیروی تو محض اس بناء پر ہوتی ہے کہ دلیل اس کے ساتھ ہے۔ تب یہ پیروی درحقیقت مجتہد کی نہیں بلکہ دلیل کی ہے۔ جہاں تک دلیل مجتہد کا ساتھ دے گی وہ اس کی اتباع کرے گا اور جہاں دلیل اس کا ساتھ چھوڑ دے گی وہ اس کا پیروکار نہیں رہے گا۔ صحابہ کرامؓ، تابعین اور آئمہ فقہ کے عصر میں اتباع کا یہی مفہوم لیا جاتا تھا۔ اور ان کی اتباع اسی قسم کی ہوتی تھی وہ ہمیشہ قرآن و سنت کی دلیل کی تلاش میں رہتے تھے۔

اتباع کے لئے کسی عالم یا کسی امام کو مخصوص کر لینا خواہ اس کے قول کی تائید میں کوئی دلیل نہ ہو اور کسی صورت میں اُس کے دائرہ اتباع سے باہر نہ نکلنا بلکہ اس امام کے قول کو ترک کرنا اسلام کے دائرہ سے نکلنے کے مترادف سمجھنا تقلید ہے۔ یہی وہ

---

[1] فواتح الرحموت جلد ۲ صفحہ ۴۰۰

تقلید ہے جو اِس کتاب کا موضوع ہے۔ اِسی تقلید کی قرآن وسنّت میں مذمت آئی ہے۔ ہماری اس توضیح پر تاریخِ فقہ گواہ ہے۔

استقرارِ مذاہب سے قبل لوگ اپنے اپنے شہر کے علماء سے حسبِ ضرورت فتویٰ لے لیا کرتے تھے اور علماء فتویٰ دیتے وقت امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کے اقوال تلاش کرنے کی بجائے استفتاء کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور افعال تلاش کیا کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ مفتی کے لئے جہاں بعض دُوسری شرائط ضروری تھیں وہاں ایک شرط یہ بھی لازم تھی کہ وہ ان احادیث کے استحضار پر قادر ہو جو فقہی احکام کی بنیاد ہیں جن کی تعداد ہزاروں تک پہنچتی ہے فقہائے حدیث تو اس پر بہت سختی سے پابند تھے۔ بقول ابوعلی ضریرؒ امام احمد بن حنبلؒ فتویٰ دینے کے لئے پانچ لاکھ احادیث کے استحضار کو ضروری قرار دیتے تھے۔[1]

ہم مشہور آئمہ فقہ اور ان کے تلامذہ کے حالات کا مطالعہ کریں تو یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ وہ لوگ تقلید سے محفوظ تھے۔ منہاجِ استنباط میں یکسانیت کے باوجود امام محمد بن الحسن شیبانیؒ، قاضی ابویوسفؒ اور امام زفرؒ بے شمار مسائل میں اپنے اُستاد امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے اختلاف کرتے نظر آتے ہیں۔ خود امام ابوحنیفہؒ نے بہت سے مسائل میں اپنے اساتذہ سے اختلاف کیا۔ امام مُزنیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ نے امام شافعیؒ سے اختلاف کیا۔ امام شافعیؒ نے بہت سے مسائل میں اپنے محترم اُستاد امام مالکؒ سے نہ صرف اختلاف کیا۔ بلکہ چند ایک معرکۃ الآراء مسائل میں اُن کے اُصولوں پر کڑی تنقید کی۔[2] خود امام مالکؒ نے اپنے اساتذہ کی قدم بقدم پیروی نہیں

---

[1] ارشاد الفحول ص۲۵۱ [2] مثلاً امام مالکؒ کے نزدیک اہلِ مدینہ کا اجماع حجت ہے، مگر امام شافعیؒ نے اس پر کڑی تنقید کی ہے۔ اپنی کتاب "اختلاف الحدیث" میں رقم طراز ہیں کہ اہلِ علم نے امام مالکؒ کے اس اصول پر نقطہ چینی کی ہے۔ میں بھی اسے صحیح نہیں سمجھتا۔ ارشاد الفحول ص۸۲

کی۔ اگر تقلید کوئی مستحسن چیز ہوتی تو امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ کی تقلید کی بجائے ان نفوسِ قدسیہ کی تقلید واجب ہوتی جنہوں نے بلاواسطہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے علم حاصل کیا ہے اور آپ سے تفقہ سیکھا ہے۔ امام ابوحنیفہؒ بہت سے مسائل میں کبھی بھی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے قول کو ترک نہ کرتے۔

پہلی تین چار صدیوں میں ہم دیکھتے ہیں کہ بہت سے اہلِ علم جو امام ابوحنیفہؒ یا امام شافعی کی طرف منسوب ہیں۔ مگر بایں ہمہ وہ بسا اوقات ان آئمہ سے اختلاف کرتے نظر آتے ہیں۔ علامہ طحاویؒ کی کتاب شرحِ معانی الآثارؒ کا مطالعہ کیجئے۔ بہت سے مسائل میں انہوں نے امام ابوحنیفہ کی رائے کو چھوڑ کر اس رائے کو اختیار کیا ہے جس پر انہیں کوئی قوی تر دلیل مل گئی۔ ادھر ابنِ خزیمہؒ، ابن المنذرؒ اور دارقطنی وغیرہ نے اصولِ استنباط میں امام شافعیؒ کی اتباع کے باوجود بہت سی جگہوں پر ان کی مخالفت کی ہے۔

پھر ایک زمانہ ایسا بھی آیا جب آئمہ فقہ کی آراء اور اجتہادات کو عملاً اصل قرار دے کر قرآن وسنت کو ثانوی حیثیت دی جانے لگی۔ قیاس و استنباط کے ذریعے ان کے اقوال پر تخریج ہونے لگی۔ ان سے منقول فقہی روایات کا تتبع اور ان کی تحقیق ہونے لگی۔ یہ وہ زمانہ تھا جب سنت صحیحہ کا تمام ذخیرہ دواوینِ حدیث کی صورت میں جمع ہو چکا تھا۔ اور اب کسی اہلِ علم کے پاس کوئی عذر باقی نہ تھا کہ اس کے پاس حدیث نہیں پہنچی۔ مگر بایں ہمہ جب اہلِ تقلید دیکھتے ہیں کہ ان کے امام کا موقف بہت کمزور ہے اور دلیل ان کا ساتھ نہیں دیتی تو اپنے امام کے قول کو ترک کرنے کی بجائے تقلید اور جمود کا مظاہرہ کرتے ہوئے قرآن وسنت اور قیاس صحیح کو ترک دیتے ہیں۔ بلکہ مختلف حیلوں سے قرآن وحدیث کی واضح نصوص کو رد کر دیتے ہیں کبھی صحیح احادیث کو خبرِ واحد کہہ کر ٹھکرا دیتے ہیں کبھی خلافِ قیاس کہہ کر چھوڑ دیتے ہیں۔ کبھی فرماتے ہیں" اس حدیث کو روایت

کرنے والا صحابی "غیر فقیہ" ہے۔ کبھی فرماتے ہیں "شاید ہمارا امام کسی ایسی دلیل کا علم رکھتا تھا جو ہم تک نہ پہنچ سکی۔ لہٰذا ہمارے لئے اس کی تقلید واجب ہے۔ اسی قسم کے خود ساختہ اصولوں کی بناء پر صحیح احادیث کو رد کر دیتے ہیں مگر اپنے امام کے مذہب سے سرِ مُو اِدھر اُدھر نہیں ہوتے یہی وہ تقلید ہے جو حرام ہے اور بقول ابن حزم شرک کے زمرے میں آتی ہے جس سے قرآن وسنت کی توہین لازم آتی ہے۔

اہلِ تقلید نے صرف اسی پر اکتفا نہ کیا۔ بلکہ انہوں نے اجتہاد کا دروازہ بند کر دیا اور اس پر اصرار کیا کہ متاخرین کو قرآن وسنت کا فہم حاصل نہیں ہو سکتا۔ اس لئے اجتہاد ممکن نہیں اور اس طرح ایک ایسے اصول کو اپنے ہاتھوں دفن کر دیا جو اسلامی قانون اور مسلمانوں کی سیاسی و معاشرتی زندگی کے لئے رُوح کی حیثیت رکھتا تھا۔ اجتہاد اسلامی قانون کو ارتقاء اور اس کو بدلتے ہوئے زمان و مکان کا ساتھ دینے کی ضمانت دیتا تھا۔ اجتہاد سے منہ موڑ لینے کا نتیجہ یہ نکلا کہ جب تیرھویں اور چودھویں صدی ہجری کے دورِ انحطاط میں اپنی منزل کی طرف بڑھنے کے لئے ہم نے اپنے سرو سامان کا جائزہ لیا تو اپنے آپ کو چوتھی صدی کے اواخر میں کھڑے ہوئے پایا۔

ادھر برصغیر میں قرآن وسنت سے ہمارے لگاؤ اور عشق کا یہ حال تھا کہ مدارس کے دس سالہ نصاب میں طلبہ کو "منیتہ المصلی"۔ "کنز"۔ "قدوری"۔ "ہدایہ"۔ "وقایہ" اور شامی جیسی کتب فقہ وغیرہ تو پڑھائی جاتی تھیں۔ مگر تفسیر اور حدیث نصاب میں سرے سے تھی ہی نہیں۔ آخری سال مشکوٰۃ کو تبرکاً پڑھ لیا جاتا تھا۔ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی جدوجہد کا نتیجہ یہ نکلا کہ نصاب کے آخری سال میں صحاحِ ستہ کا "دور" ہونے لگا۔ آپ اس سے ان کے فہمِ حدیث کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ پھر اس ایک سالہ "دورۂ حدیث" میں بھی احادیثِ صحیحہ کو رد کرنے کے حیلے اور تاویل کے ذریعے اسے اپنے مذہب کے مطابق کرنے کے گر سکھائے جانے لگے۔ مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی تقاریر ہمارے اس دعوے کی گواہ ہیں

یہ حضرات آج تک اس صورتِ حال کو جوں کی توں رکھنے پر مُصر ہیں۔ پچھلے دنوں جب حکومت کی طرف سے مدارس کے نصاب کی ترتیبِ نو کی مہم شروع ہوئی تو ان حضرات نے حدیث کو نصاب کے ہر مرحلے میں پڑھائے جانے کی شدید مخالفت کی، کیونکہ مقلدین کو معلوم ہے کہ اگر وہ مطالعۂ حدیث کو پورے نصاب میں پھیلا دیں گے تو نئی نسل تقلید چھوڑ دے گی۔

اجتہاد ہمارے قومی ارتقار کا ضامن تھا اور اجتہاد ہی کی بدولت ہم تغیرِ زمان و مکان کے ساتھ ساتھ فقہ اسلامی کو تر و تازہ رکھ سکتے تھے۔ مگر اس کی تمام راہیں ہم نے خود مسدود کر لیں۔ بلکہ ہر زمانے میں اجتہاد کے داعی علمار کی بھرپور مخالفت کی اور تقلید کو اپنا لائحۂ عمل بنا لیا۔ خود بدلنے کی بجائے قرآن کو بدل ڈالا۔ اس کا ردِ عمل یہ ہوا کہ کچھ انتہا پسند لوگ سنت اور اجماع صحابہ سے بے نیاز ہو کر آزاد اجتہاد کی طرف مائل ہوئے اور یہ ایک عظیم المیہ ہے۔

اس تقلید نے ہمیں فرقہ فرقہ کر کے ہماری طاقت کو بکھیر دیا۔ اہلِ تقلید نے قرآن و سنت کو ترک کر کے رجال کی آرار کی بنیاد پر مسلمانوں کی تکفیر کی، دعوت و اصلاح کا کام کرنے والوں پر مصائب و ابتلار کے پہاڑ توڑے۔ عوام میں ان کے خلاف نفرت پھیلائی۔ ان کو مسجدوں میں نماز پڑھنے سے روکا۔ ان کے خلاف جھوٹے پروپیگنڈے کا شیطانی جال پھیلایا۔ ان کو "غیر مقلد" "وہابی" "گستاخ" اور "نجدی" جیسے القابات سے نواز کر عوام کو ان سے دور رکھنے کی کوشش کی۔ مگر طلوعِ صبح کسی کے روکے نہ رک سکی۔ اب الحمد للہ تمام محققین اہلِ علم اجتہاد کی ضرورت کے قائل ہیں۔ اب مسلمانوں کے تمام قومی اور بین الاقوامی اجتماعات، اسلامی نظریاتی کونسلوں اور مجلس شوریٰ میں اہلِ علم اور محققین کسی خاص امام کی تقلید پر اصرار کرنے کی بجائے یہ بحث کرتے ہیں کہ احوال و ظروف کے تناظر میں قرآن اور سنت زیر بحث مسئلہ کا کیا حل تجویز کرتے ہیں اور زیر بحث مسئلہ میں آئمہ فقہ میں سے کسی کا موقف قرآن و سنت کے قریب تر ہے۔

اِس کتاب میں امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ نے مقلّدین کے دلائل کا جائزہ لیا ہے، ان کے مغالطوں کا تجزیہ کرکے اُن کا تار و پود بکھیر دیا ہے نیز یہ بھی ثابت کیا ہے کہ خود آئمہ متبوعین نے لوگوں کو اپنی تقلید سے روکا تھا۔

میں برادرِ مکرم جناب مولانا عبد المنعم کا شکرگزار ہوں کہ انہوں نے میری حوصلہ افزائی کرکے انتہائی نامساعد حالات میں اس کتاب کی اشاعت کا بیڑا اُٹھا کر اجتہاد کے موضوع پر ایک اہم کتاب کو اُردو قارئین کی خدمت میں پیش کیا۔ اللہ تعالیٰ اُنہیں جزائے خیر سے نوازے۔

طیّب
شاداب کالونی
ملتان

الامام المجتہد محمدؒ بن علی بن محمد الشوکانیؒ

ابو عبداللہ محمد بن علی بن محمد شوکانی کے والد علی بن محمد صنعاء میں شوکانی کے انتساب سے مشہور تھے۔ شوکانی کی وجۂ انتساب کے متعلق خود امام شوکانی لکھتے ہیں کہ شوکان یمن کے قبائل خولان کی بستی کا نام ہے جو صنعاء سے تقریباً ایک روز کی مسافت پر واقع ہے۔ صاحب قاموس نے شوکان نام سے تین مقامات کا ذکر کیا ہے۔ ۱۔ بحرین میں ایک مقام کا نام ہے۔ ۲۔ یمن میں ایک قلعے کا نام ہے۔ ۳۔ سرخس اور ابیورد کے درمیان ایک چھوٹے سے شہر کا نام ہے۔ امام محمد بن علی بن محمد شوکانی رحمۃ اللہ علیہ اس شوکان سے منسوب ہیں جو یمن میں واقع ہے۔ شوکان سے امام شوکانی کی نسبت حقیقی نہیں کیونکہ وہ خود صنعاء سے تعلق رکھتے تھے البتہ ان کے آباؤ اجداد شوکان سے تعلق رکھتے تھے۔

پیدائش اور ابتدائی تعلیم و تربیت

ان کے والد علی بن محمد ۱۱۷۳ھ کے موسم خزاں میں اپنے آبائی شہر شوکان گئے ہوئے تھے تو وہیں ۲۸ ذیقعد بروز سوموار امام شوکانی متولد ہوئے۔ ان کا نام محمد رکھا گیا۔ امام شوکانی نے "البدر الطالع" میں اپنے والد ماجد کا پورا نسب نامہ تحریر کیا ہے جو حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام تک جا پہنچتا ہے۔

امام شوکانی کی نشوونما اور تعلیم و تربیت صنعاء میں ہوئی۔ انہوں نے بہت سے اساتذہ سے قرآن مجید پڑھا باقاعدہ طلب علم سے قبل انہوں نے زیدی فقہ کی مشہور کتاب "الازھار"، عصیفری کی "مختصر الفرائض"، حریری کی "الملحۃ" ابن حاجب کی

"الکافیۃ"، "الشافیۃ" اور "مختصر المنتہیٰ" اور علم عروض، قرآت اور علم بحث پر چھوٹے چھوٹے رسائل حفظ کر لئے تھے۔ باقاعدہ طور پر طلب علم سے قبل بھی وہ کتب تاریخ وادب کے مطالعہ میں مشغول رہتے تھے۔

اساتذہ

سب سے پہلے انہوں نے "الازہار" کی شرح اور مختصر عصیفری کی شرح "الناظری" اپنے والد ماجد سے پڑھی۔ پھر طلب علم کے لئے دیگر اساتذہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ یوں تو انہوں نے بیسیوں اساتذہ سے مختلف علوم کی بہت سی کتابیں پڑھیں۔ بسا اوقات ایک ہی کتاب کئی اساتذہ سے بار بار پڑھی مگر امام شوکانی مندرجہ ذیل اساتذہ سے بہت متاثر ہوئے ہیں۔

۱۔ **علامہ عبدالرحمٰن قاسم** (المتوفی ۱۲۱۱ھ) سے زیدی فقہ کی مشہور کتاب الازہار کی شرح پڑھی۔

۲۔ **علامہ احمد بن عامر** (المتوفی ۱۱۹۷ھ) سے "الازہار اور الناظری" کی شرح پڑھی۔

۳۔ **علامہ احمد بن محمد الحرازیؒ** (المتوفی ۱۲۲۷ھ) سے بھی "الازہار" کی شرح تین بار پڑھی۔ آخری بار بحث و تمحیص کے ساتھ پڑھی۔ نیز اُن کے پاس عصیفری کی الفرائض اور اس شرح الناظری اور بیان ابن مظفر کا بھی مطالعہ کیا۔ امام شوکانی تیرہ سال علامہ احمدؒ کی خدمت میں رہے۔

۴۔ **علامہ علی بن ابراھیم** (المتوفی ۱۲۰۷ھ) سے امام شوکانی نے صحیح بخاری اوّل تا آخر بحث و تمحیص کے ساتھ پڑھی۔

۵۔ **علامہ حسن بن اسماعیل بن الحسین المغربی** (المتوفی ۱۲۰۸ھ) سے امام شوکانی سب سے زیادہ متاثر ہوئے۔ امام شوکانی نے ان سے "المطول" اور اس کے حواشی، "العضد" اور اس کے حواشی، "الکشاف" اور اس کے بعض حواشی، علوم حدیث میں "تنقیح الانظار" کے کچھ حصے، "صحیح مسلم" اور اس کی شرح نوویؒ کے کچھ حصے

ابوداؤد اس کے ساتھ منذری کی مختصر اور ابو داؤد پر خطابی کی شرح اور بلوغ المرام کی شرح فتح الباری کا کچھ حصّہ، جامع الاصول کا کچھ حصّہ، سنن نسائی کا کچھ حصّہ، اور ابن ماجہ کا کچھ حصّہ پڑھا۔

حسن بن اسماعیلؒ اور عبدالقادرؒ بن احمدؒ وہ بزرگ ہیں جن کے مشورے پر امام شوکانیؒ نے ابنِ تیمیہؒ کی المنتقیٰ کی شرح "نیل الاوطار" لکھی اور اہلِ علم سے اپنی علمیت کا لوہا منوا لیا۔

۷۔ عبدالقادر بن احمد (المتوفی ۱۲۰۷ھ) امام محمد بن اسماعیل الامیر صنعانی صاحب سبل السلام کی وفات کے بعد دیارِ یمن میں علامہ عبدالقادر سے بڑا عالم کوئی نہ تھا۔ امام شوکانیؒ نے علامہ عبدالقادر کے پاس صحیح بخاری اس کی شرح فتح الباری کے کچھ حصّے، جامع الاصول کے کچھ حصّے، مؤطا امام مالک کے کچھ حصّے، منتقیٰ ابنِ تیمیہؒ کے کچھ حصّے، قاضی عیاض کی کتاب الشفاء کے کچھ حصّے، علوم حدیث میں الفیہ عراقی اور اس کی شرح، فقہ میں ضوء النہار کے کچھ حصّے، البحر الزخار کے کچھ حصّے، اصولِ دین میں المواقف العضدیۃ کے کچھ حصّے اور ان کی شرح، اصولِ فقہ میں جمع الجوامع کے کچھ حصّے اور ان کی شرح، علمِ لغت میں جوہری کی الصحاح کے کچھ حصّے، القاموس کے کچھ حصّے، علمِ عروض میں جزاریہ اور اس کی شرح اور بعض دیگر کتابیں مطالعہ کیں۔ امام شوکانی نے یہ تمام مذکورہ کتابیں علامہ عبدالقادر سے بحث و تمحیص کے ساتھ پڑھیں بسا اوقات امام شوکانیؒ زیرِ بحث موضوع پر ایک طویل مقالہ تحریر کرتے اور اُن کی خدمت میں پیش کر دیتے۔ موافقت کی صورت میں علامہ عبدالقادر نظم یا نثر کی صورت میں تقریظ لکھ دیتے تھے۔

امام شوکانیؒ کا مسلک

امام شوکانیؒ نے ابتدائی طور پر زیدیہ فقہ کی تعلیم حاصل کی۔ مگر وسعتِ مطالعہ اور حدیث میں رسوخِ علم کی وجہ سے اپنے آپ کو امام زیدؒ کی فقہ میں محصور نہ رکھ سکے۔ انہوں نے زیدیہ فقہ پر ناقدانہ نظر ڈالی اور ان تمام

مقامات پر گرفت کی جہاں قرآن وسنّت سے ذرا بھی انحراف پایا جاتا تھا۔ اصولِ دین اور صفاتِ الٰہی کے بارے میں سلف کی طرح وہ بھی مسلکِ تفویض رکھتے تھے یعنی قرآن مجید اور احادیثِ صحیحہ میں وارد ہونے والی صفات کو بغیر کسی تشبیہ و تعطیل اور تاویل و تحریف کے ان کے ظاہر پر محمول کرتے تھے۔ انہوں نے مذہب سلف کی تائید میں کتابیں بھی لکھیں۔ اُنہوں نے تقلید کا جوا کندھوں سے اُتار پھینکا اور قرآن وسنت کی راہ پر گامزن ہوگئے۔ ان کا مطمحِ نظر کسی امام کے مذہب کا اثبات نہ تھا جیسا کہ مقلدین کا وتیرہ ہوتا ہے۔ بلکہ قرآن وسنّت کے مطابق جو مسلکِ حق ہوتا تھا۔ اسے اختیار کرتے تھے۔

انہوں نے تقلیدِ جامد کے مقابلے میں اجتہاد کے پرچم کو تھاما اور دلائل کیساتھ ثابت کیا کہ اجتہاد کا دروازہ قیامت تک کے لئے کُھلا ہے۔ انہوں نے تحریمِ تقلید پر ایک مختصر کتاب لکھی جس پر مقلدین ان کے دَرپے آزار ہوگئے۔ اہلِ تقلید نے ان پر الزام لگایا کہ وہ آلِ البیت کے مذہب کی مخالفت کر رہے ہیں۔ اس سے قبل اسی قسم کے الزامات کا سامنا امام محمد بن اسماعیل الامیر صنعانی کو کرنا پڑا تھا۔ امام شوکانیؒ نہایت ثابت قدمی سے اتباعِ دلیل کی راہ پر گامزن رہے اور آزادیٔ فکر کی روشنی سے تقلید کی تاریکیوں کے پردے چاک کرتے رہے۔ امام شوکانیؒ نہایت ثابت قدمی سے اتباعِ دلیل کی راہ پر گامزن رہے اور آزادیٔ فکر کی روشنی سے تقلید کی تاریکیوں کے پردے چاک کرتے رہے۔ امام شوکانی کی تمام تصنیفات آزادیٔ فکر اور قرآن وسنّت سے تمسک کی دعوت دیتی ہیں۔

امام شوکانیؒ کی تصنیفات

شوکانی نے مختلف موضوعات پر مبسوط اور مختصر کتابیں اور چھوٹے چھوٹے رسائل تحریر کیے ہیں جن کی تعداد سو کے لگ بھگ ہے۔ انہوں نے تقریباً ہر

موضوع پر لکھا ہے۔ ان کی تصنیفات ان کے علم کی وسعت، تفقہ کی گہرائی اور کتاب وسنت اور مذہبِ سلف سے گہرے لگاؤ پر دلالت کرتی ہیں۔ بناء بریں تھوڑے ہی عرصے میں ان کی تصنیفات تمام عالمِ اسلام میں پھیل گئیں۔

ہم ان کی چند ایک اہم تصنیفات کا نہایت مختصر تعارف پیش کرتے ہیں۔

نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار من احادیث سید الاخیار

منتقی الاخبار منتخب احادیث احکام کا مجموعہ ہے جسے علامہ مجد الدین ابوالبرکات عبدالسلام ابن تیمیہؒ (المتوفی ۶۲۱ھ) نے فقہائے حدیث کی طرز پر فقہی ابواب کے مطابق ترتیب دیا ہے۔ عبدالسلام ابن تیمیہ شیخ الاسلام تقی الدین احمد بن عبدالحلیم ابن تیمیہؒ کے دادا تھے۔ منتقی الاخبار کو علماء میں بڑی مقبولیت حاصل ہوئی خصوصاً یمن میں مطالعۂ حدیث کے نصاب میں اسے بڑی اہمیت حاصل تھی۔ خود امام شوکانیؒ نے اسے مختلف اساتذہ سے سبقاً سبقاً پڑھا۔

امام شوکانی نے اپنے اساتذہ میں سے عبدالقادر بن احمد اور حسن بن اسمٰعیلؒ کی ترغیب اور مشورے پر "منتقی الاخبار" کی شرح نیل الاوطار لکھی۔ ابتداء میں یہ شرح خاصی طویل تھی۔ علامہ عبدالقادر بن احمد اس کے مسودات کا ملاحظہ کیا کرتے تھے۔ انہوں نے امام شوکانی سے فرمایا کہ اگر نیل الاوطار کی طوالت اسی نہج پر جاری رہی تو یہ کہیں بیس جلدوں میں جا کر مکمل ہوگی۔ لہٰذا ان کے مشورے پر امام شوکانی نے اسے مختصر کر دیا۔ اور اب اس کی ضخامت آٹھ جلدوں میں ہے نیل الاوطار کی تکمیل علامہ عبدالقادر بن احمد اور علامہ حسن بن اسماعیل کی وفات کے بعد ہوئی۔

نیل الاوطار میں بعض ایسی خوبیاں پائی جاتی ہیں جو عام طور پر دیگر شروحِ احادیث میں نہیں پائی جاتیں۔ امام شوکانی نے ہر حدیث کی شرح میں اس کے مختلف طرق اور اختلافِ الفاظ کی تخریج کا پورا اہتمام کیا ہے۔ اس حدیث کی صحت وضعف پر

کلام کرتے ہوئے اسبابِ ضعف آئمہ جرح و تعدیل اور جہابذۂ فن کے حوالے سے بیان کرتے ہیں اور ساتھ ساتھ اپنی ماہرانہ رائے کا اظہار بھی کیا ہے۔ فنِ حدیث کے مسائل میں وہ عام پر علامہ ابنِ حجرؒ کی فتح الباری، تلخیص الحبیر، امام نووی کی شرح مسلم اور امام خطابی وغیرہ پر اعتماد کرتے ہیں۔ حدیث کے غریب الفاظ کی شرح کرتے وقت، فحولِ اہلِ لغت کے اقوال کا ذکر کرتے ہیں۔ حدیث سے فقہی مسائل کا استنباط کرتے وقت فقہائے صحابہ، فقہائے تابعین، فقہائے متقدمین اور فقہائے متاخرین کا ذکر کرتے ہیں۔ ان فقہاء کی آراء نقل کرتے وقت نہایت احتیاط سے کام لیتے ہیں جس کا اعتراف بلند پایہ اہلِ علم نے کیا ہے۔ اور ان کی آراء میں سے کسی رائے کو اختیار کرتے وقت صِرف دلیل پر اعتماد کرتے ہیں۔ قرآن و سنّت اور اجماعِ صحابہ کی دلیل۔ خواہ یہ دلیل کسی کے خلاف ہو۔

نیل الاوطار اس لحاظ سے انفرادی حیثیت کی حامل ہے کہ اس میں شوکانی نے فقہائے اہلِ سنّت کے مذاہب کے ساتھ ساتھ فقہائے زیدیہ کی آراء کا بھی ذکر کیا ہے اور مجتہدانہ مہارت و بصیرت کے ساتھ فقہاء کی آراء کا موازنہ کیا ہے۔

نیل الاوطار فقۂ حدیث کی امہات الکتب میں شمار ہوتی ہے اور اہلِ علم کے قول کے مطابق اسلامی فقہ کے مطالعہ کے وقت نیل الاوطار کو بہت اہم مقام حاصل ہے۔

ارشاد الفحول الی تحقیق الحق من علم الاصُول

یہ اصولِ فقہ پر ایک نہایت جامع کتاب ہے جو بیسیوں کتابوں سے مستغنی کر دیتی ہے "ارشاد الفحول" میں کسی اصولی مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے شوکانی تمام قابلِ ذکر اصولیوں کی آراء نقل کر دیتے ہیں۔ پھر بسا اوقات ان کے دلائل بیان کرتے ہیں اور پھر ان کے درمیان محاکمہ کرتے ہوئے دلیل ہی سے ان میں سے کسی کو ترجیح دیتے ہیں۔ کسی اصولی مسئلہ کے بارے

ہیں اگر ہم اہلِ اصول کی آرا ء معلوم کرنا چاہئیں تو ہمیں تقریباً تمام قابلِ ذکر اہلِ اصول کی آراء یک جا" ارشاد الفحول" میں مل جاتی ہیں۔ یہ اسلوب اور یہ خوبی ہمیں کسی اور کتاب میں نہیں ملتی۔ اس کے ساتھ ساتھ ہمیں شوکانی کے تفقہ، بصیرت اور وسعتِ معلومات کا اعتراف کرنا پڑتا ہے۔

امام شوکانیؒ "ارشاد الفحول" کے ابتدائیے میں لکھتے ہیں کہ انہوں نے یہ کتاب اہلِ علم کے اصرار پر لکھی ہے تاکہ فقہی اصولوں اور اصطلاحات کا تحقیقی جائزہ لیا جائے۔

فتح القدیر الجامع بین فنی الروایۃ والدرایۃ من علم التفسیر امام شوکانی کی یہ تفسیر ضخیم پانچ جلدوں پر مشتمل ہے۔ اہلِ علم کے مشورے اور اصرار پر انہوں نے یہ تفسیر لکھی ہے۔ یہ تفسیر خود شوکانی کے قول کے مطابق روایت اور درایت کی جامع ہے اور بقول علامہ راغب طباخ امام شوکانی نے اس تفسیر میں اپنے اس دعوے کو بطریق احسن نبھایا ہے۔

الفوائد المجموعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ بقولِ خود امام شوکانی نے اپنی اس کتاب کی تصنیف کے وقت موضوع احادیث کے بہت سے مجموعوں کو سامنے رکھا ہے۔ ان احادیث پر نقد کے بعد کچھ احادیث کے متعلق بتایا ہے کہ ان کو موضوع کہنا درست نہیں۔ ان کو زیادہ سے زیادہ ضعیف کے زمرے میں لایا جاسکتا ہے۔ جیسا کہ ابن الجوزیؒ نے بقول حافظ ابن حجرؒ تساہل اور غفلت سے بعض صحیح احادیث کو بھی اپنی کتاب "الموضوعات الکبریٰ" میں شامل کر لیا ہے مگر علامہ محمد بن جعفر الکتانی المتوفی ۱۳۴۵ھ اپنی کتاب "الرسالۃ المستطرفہ" میں یہی شکوہ مولانا عبدالحی لکھنوی کی کتاب "ظفر الامانی" کے حوالے سے امام شوکانی کے متعلق کرتے ہیں کہ انہوں نے بعض حسن اور صحیح احادیث کو بھی موضوع قرار دے دیا ہے۔

تعارف مترجم

جناب پروفیسر طیب شاہین لودھی قصبہ تنگوانی ضلع فیروز پور خان دوست محمد خان کے گھر دسمبر سنہ ۱۹۴۰ء میں پیدا ہوئے۔ قیام پاکستان کے بعد چک نمبر ا ٹری ڈی (تحصیل مخدوم رشید ضلع ملتان) میں منتقل ہو گئے۔

این۔ اے۔ سی ہائی سکول جہانیاں منڈی سے سنہ ۱۹۵۷ء میں اچھے نمبروں سے میٹرک پاس کیا۔ اعلیٰ تعلیم کے لئے گورنمنٹ کالج مظفر گڑھ میں داخل ہوئے مگر بوجوہ آگے تعلیم جاری نہ رکھ سکے اور تعلیم ادھوری چھوڑ کر ایک ٹیکنیشن کی حیثیت سے پاک فضائیہ میں شامل ہو گئے۔ پاک فضائیہ کی ملازمت کے دوران انہوں نے پہلے فاضل عربی اور ایم اے عربی (پنجاب یونیورسٹی) امتیازی حیثیت سے پاس کیا۔ سرگودھا میں اپنی تعیناتی کے دوران مولانا محمد صدیق صاحب (دار الحدیث) سے درس نظامی کی دیگر کتب کے ساتھ ساتھ کتب حدیث پڑھیں۔ سنہ ۱۹۷۶ء میں پاک فضائیہ سے سبکدوش ہونے پر محکمہ تعلیم میں بحیثیت لیکچرار عربی گورنمنٹ کالج شاہ پور صدر (ضلع سرگودھا) میں تعینات ہوئے۔ آج کل گورنمنٹ کالج مظفر گڑھ میں بحیثیت لیکچرار عربی کام کر رہے ہیں۔ ان کے تحقیقی مقالات گاہے گاہے "ترجمان القرآن" لاہور "فکر و نظر" اسلام آباد میں چھپتے رہے ہیں۔ نیز فاضل عربی اور ایم اے عربی کے نصاب میں شامل بعض کتب کا ترجمہ کیا جو سرگودھا سے شائع ہو چکی ہیں۔

زیر نظر کتاب کے علاوہ انہوں نے امام ابن قیم کی دو کتابیں "مدارج السالکین" اور "الطرق الحکمیۃ فی السیاسۃ الشرعیۃ"، کا بھی ترجمہ کیا ہے۔ جو ادارہ "نشر السنہ" کے اشاعتی پروگرام میں شامل ہیں۔

محمد عبد المنعم

۹ / ۸ / ۴

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبہ کتاب الحمد للہ کثیراً وصلی اللہ تعالیٰ علی محمدٍ عبدہٖ ورسولہٖ خاتم انبیائہٖ بکرۃً واصیلاً وسلّم تسلیماً [۱]

امّا بعد: محققین اہلِ علم میں سے بعض دوستوں نے مجھ سے فرمائش کی ہے کہ میں مسئلہ تقلید [۲] پر ایک مقالہ تحریر کروں جس میں تقلید کا تحقیقی جائزہ لیا گیا ہو کہ آیا تقلید جائز ہے یا نہیں؟ اور اس مسئلہ کی اس طرح تنقیح و توضیح کروں کہ اس کے بعد کسی شک و شبہ کی گنجائش باقی نہ رہے۔ چونکہ فرمائش کرنے والے صاحب ایک اہم علمی شخصیت ہیں۔ اس لئے میں اس مقالے کو مناظرہ کے اسلوب پر پیش خدمت کرتا ہوں۔ وباللہ التوفیق۔

---

[۱] "القول المفید" میں امام شوکانی کا خطبہ درج نہیں ہے۔ اس لئے ہم نے یہ مختصر سا خطبہ امام ابنِ حزم کی مشہور تصنیف "الفصل فی الملل والاہوا والنحل" سے نقل کیا ہے۔

[۲] امام غزالیؒ نے ان الفاظ میں تقلید کی تعریف کی ہے۔ التقلید قبول قولٍ بلا حجۃ۔ تقلید بغیر دلیل کے کسی قول کو قبول لینے کا نام ہے۔ تقلیدِ علم کا راستہ نہیں ہے نہ اصول میں نہ فروع میں (المستصفیٰ ۲ : ۳۸۷) علامہ آمدیؒ تقلید کی تعریف اس طرح کرتے ہیں۔ "التقلید عبارۃ عن العمل بقول الغیر من غیر حجۃ ملزمۃ۔ تقلید کسی کے قول کو بغیر کسی حجت کے جو اس پر عمل کو لازم قرار دیتی ہو۔ قبول کرنے سے عبارت ہے (الاحکام فی اصول الاحکام ۴/۲۹۷) علامہ ابن الہمامؒ التحریر میں رقم طراز ہیں۔ التقلید العمل بقول من لیس قولہ احدا الحجج بلا حجۃ" تقلید بغیر کسی دلیل کے کسی ایسے شخص کے قول پر عمل کرنے کا نام ہے۔ جس کا دلیل کے زمرے میں نہ آتا ہو۔ (ارشاد الفحول ص ۲۶۵) (باقی اگلے صفحے پر)

چونکہ تقلید کے بارے میں عدمِ جواز کے قائلین تقلید سے منع کرتے ہیں اور جواز کے قائلینِ تقلید کے جواز کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اس لئے اپنے دعویٰ کے اثبات کے لئے دلیل مُہیا کرنا دعویٰ کرنے والوں کی ذمہ داری ہے۔

مقلدین تقلید کے جواز میں درج ذیل دلائل پیش کرتے ہیں۔

مُقلّدین کی پہلی دلیل

اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔

فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (النحل۔۴۳) علمائے اہلِ کتاب سے پُوچھ لو۔ اگر تم خود نہیں جانتے۔

اہلِ تقلید کہتے ہیں کہ اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے بےعلم لوگوں کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنے سے زیادہ علم رکھنے والوں سے پُوچھ لیا کریں۔

جواب یہ آیت ایک خاص سوال کے جواب میں وارد ہوئی ہے۔ جو محلِ نزاع سے خارج ہے۔ جیسا کہ اِس آیت کے سیاق وسباق سے ظاہر ہے امام ابنِ جریرؒ، بغویؒ اور اکثر مفسّرین کا قول ہے کہ یہ آیت مشرکین کے ردّ میں نازل ہوئی ہے۔ کیونکہ وہ رسول کے بشر ہونے کا انکار کرتے تھے۔

بقیہ صفحہ گذشتہ

علامہ ابنِ قیم نے تقلید کو تین انواع میں تقسیم کرتے ہوئے تینوں کی مذمّت کی ہے۔

۱۔ اپنے آباء اجداد کی تقلید کرتے ہوئے وحی الٰہی سے اعراض کرنا۔

۲۔ کسی ایسے شخص کی تقلید کرنا جس کے متعلق متقلد کو علم نہیں کہ وہ تقلید کئے جانے کا اہل ہے۔

۳۔ جس کی تقلید کی جارہی ہے۔ اس کے قول اور مسلک کے خلاف دلیل قائم ہوجانے کے بعد بھی اسی کے قول کی تقلید کرنا۔ اس نوع اور پہلی نوع میں فرق یہ ہے کہ پہلی نوع میں علم پر تمکن سے قبل تقلید ہے۔ اس نوع میں دلیل اور حجّت کے ظہور کے بعد دلیل اور علم کی مخالفت ہے۔ (اعلام الموقعین ۲: ۱۶۸)

امام جلال الدین سیوطی نے اپنی مشہور تفسیر "الدر المنثور" میں اس پر مفصل بحث کی ہے۔ یہی وہ معنی ہے جو سیاق آیت سے مستفاد ہوتا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَمَا أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ إِلَّا رِجَالًا نُّوحِي إِلَيْهِمْ فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِن كُنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ (النحل۔۴۳)

ہم نے تجھ سے پہلے آدمی ہی رسول بنا کر بھیجے ہیں۔ جن کی طرف ہم وحی کیا کرتے تھے۔ اگر تم خود نہیں جانتے تو علمائے اہل کتاب سے پوچھ لو۔

اللہ کا ارشاد ہے۔

أَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا أَنْ أَوْحَيْنَا إِلَىٰ رَجُلٍ مِّنْهُمْ. (یونس۔۲)

کیا لوگوں کو عجیب لگتا ہے کہ ہم نے خود انہی میں سے ایک آدمی کی طرف وحی کی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَمَا أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ إِلَّا رِجَالًا نُّوحِي إِلَيْهِم مِّنْ أَهْلِ الْقُرَىٰ (یوسف۔۱۰۹)

ہم نے تجھ سے پہلے آدمی ہی رسول بنا کر بھیجے وہ ان کی بستیوں ہی کے رہنے والوں میں سے تھے۔ ان کی طرف ہم وحی کیا کرتے تھے۔

اگر فرض کر لیا جائے کہ "اہل ذکر سے پوچھنا" عمومیت کا حامل ہے تو پھر بھی یہ چیز واضح ہے کہ صرف "اہل ذکر" سے پوچھنے کا حکم دیا گیا ہے اور ذکر سے مراد کتاب اللہ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے ان دو کے علاوہ کسی تیسری چیز کا نام نہیں۔ اور میرا خیال ہے اس امر سے کسی کو اختلاف نہیں۔ کیونکہ شریعت مطہرہ یا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے جو قرآن مجید کی صورت میں ہمارے پاس موجود ہے۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہے جو قرآن مجید کی صورت میں ہمارے پاس موجود

ہے۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہے اور یہ ہے سنتِ مطہرہ
تیسری کوئی ہستی ایسی نہیں جس کو تشریع کا حق حاصل ہو۔ جب یہ چیز تسلیم
کر لی گئی کہ ہمیں صرف کتاب و سنت کا علم رکھنے والوں سے پوچھنا چاہئے
تو یہ آیت مقلدین کے حق میں نہیں بلکہ ان کے خلاف دلیل ہے۔ کیونکہ
اِس آیت سے مُراد یہ ہے کہ وہ اہلِ ذکر سے پُوچھیں اور ان کا جواب یہ
ہو گا۔ "اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں یہ فرمایا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے"۔ اور سائل اِس جواب کے مُطابق عمل کریں لیکن
یہ چیز مقلدین کے موقف اور استدلال کے خلاف ہے۔ مقلدین تو اس
آیتِ کریمہ سے اپنے مسلکِ تقلید اور رجال کی آراء سے دین اخذ کرنے
کے مذہب پر دلیل لاتے ہیں۔ وہ رجال سے ان کی آراء کی دلیل طلب
نہیں کرتے۔ یہی تقلید ہے۔ اِسی بنا پر وہ تقلید کی تعریف اِس طرح
کرتے ہیں۔

"غیر کے قول کو اس پر دلیل طلب کئے بغیر قبول کر لینا تقلید کہلاتا ہے"
مسلکِ تقلید کا لُبِ لباب یہ ہے کہ مقلد کتاب اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کی سنّت کے متعلق سوال نہیں کرتا۔ بلکہ وہ اپنے امام کے مذہب
کے متعلق پوچھتا ہے۔ اگر وہ اپنے امام کے مذہب اور رائے سے ہٹ
کر یہ سوال کرے کہ قرآن و سُنّت کا اِس بارے میں کیا حکم ہے تو وہ
مقلد نہیں رہے گا۔ اِس حقیقت کو ہر مقلد تسلیم کرتا ہے اور کسی کو اس
سے انکار نہیں۔

جب یہ اصول طے پا گیا کہ مقلد جب بھی اہلِ ذکر سے کتاب و سنت
کے متعلق سوال کرے گا تو وہ مقلد نہیں رہے گا۔ تو آپ کو معلوم ہو گیا
کہ یہ چیز تسلیم کر لینے کے باوجود کہ سوال کسی خاص چیز کے متعلق نہیں۔
جس پر سیاق و سباق دلالت کرتا ہے۔ بلکہ مقلدین کے زعم کے مطابق

تمام اُمورِ شرعیہ کے متعلق ہے۔ یہ آیت مقلدین کا مقصد پورا نہیں کرتی۔

مقلدین کی دُوسری دلیل: زخمی شخص والی حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: الاسألوا إذا لم یعلموا إنما شفاء العي السؤال[1] "جب ان کو علم نہیں تھا تو انہوں نے کیوں نہ پوچھا۔ لاعلمی کا علاج پوچھنا ہے" اسی طرح مزدور والی حدیث میں آتا ہے کہ یہ مزدور اپنے مالک کی بیوی سے زنا کر بیٹھا تو اس کے باپ نے کہا" میں نے اہل علم سے اس مسئلہ کے متعلق پوچھا ہے اُنہوں نے جواب دیا کہ میرے بیٹے کو سو کوڑے لگائے جائیں گے اور اس عورت کو سنگسار کیا جائے گا۔ اور یہ حدیث صحیح ہے۔

[1] مسند احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ، سنن دارمی، بیہقی، حاکم، دارقطنی، ابن ماجہ، ابن خزیمہ، ابن حبان اور ابن الجارود [2] اس حدیث کو تقریباً تمام محدثین نے حضرت ابوہریرہ رضا اور زید بن خالد کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ واقعہ کی تفصیل یہ ہے۔" اعراب میں سے ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی "یا رسول اللہ میں آپ کو خدا کی قسم دلا کر کہتا ہوں کہ آپ میرے معاملے میں کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کیجئے"۔ اس کے مخالف نے جو اس سے زیادہ سمجھ دار تھا" کہا۔ ہاں! آپ ہمارے درمیان کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کیجئے" اور مجھے بات کرنے کی اجازت دیجئے۔" آپ نے فرمایا" کہو"! اس شخص نے عرض کی" میرا بیٹا اس کے پاس نوکر تھا وہ اس کی بیوی سے زنا کر بیٹھا۔ مجھے بتایا گیا کہ میرے بیٹے کو رجم کر دیا جائے گا۔ میں نے اس شخص کو فدیہ میں سو بکریاں اور ایک لونڈی دے دی پھر میں نے اہل علم سے پوچھا تو انہوں نے مجھے بتایا کہ میرے بیٹے کو سو کوڑے لگیں گے اور اسے ایک سال کے لیے جلا وطن کر دیا جائے گا۔ اور اس عورت کو رجم کر دیا جائے گا" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے میں تمہارے درمیان کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ یہ لونڈی اور بکریاں تمہیں لوٹائی جاتی ہیں۔ (باقی اگلے صفحے پر)

مقلدین اس واقعہ سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ اس شخص پر اپنے سے زیادہ علم رکھنے والے کی تقلید کرنے کی وجہ سے نکیر نہیں کی گئی۔ اس لئے تقلید جائز ہے۔

جواب: زخمی شخص والی حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو یہ حکم نہیں دیا تھا کہ وہ رجال کی آراء کے متعلق سوال کریں بلکہ ان کو یہ حکم دیا تھا کہ وہ قرآن و سنت کے ثابت شدہ شرعی حکم کے متعلق پوچھیں۔ آپ نے ان کو محض اس بناء پر بددعا دی تھی کہ انہوں نے بغیر علم کے فتویٰ دیا تھا۔ آپ کے الفاظ یہ ہیں۔ قَتَلُوهُ قَتَلَهُمُ اللهُ "(اللہ تعالیٰ ان کو ہلاک کرے انہوں نے اس کو قتل کر دیا) چونکہ انہوں نے اپنی رائے سے فتویٰ دیا تھا۔ اس لئے یہ حدیث ان کے حق میں دلیل نہیں ہے بلکہ ان کے خلاف حجت ہے۔ یہ حدیث دو امور پر مشتمل ہے۔

اول: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ہدایت فرمائی کہ وہ اس حکم کے متعلق سوال کیا کریں جو دلیل سے ثابت ہو۔

ثانی: آپ نے اس بناء پر ان کی مذمت فرمائی کہ انہوں نے اپنی رائے پر اعتماد کرتے ہوئے اس کے مطابق فتویٰ دیا۔ اور یہ حقیقت ہر اہل علم کو معلوم ہے کہ "سوال کرنے" کا حکم اگرچہ مطلق ہے۔ تاہم اس سے مراد صرف یہ ہے کہ صرف آپ سے پوچھا جائے یا اس شخص سے پوچھا جائے جس نے اس کا حکم آپ سے معلوم کیا ہو۔ اور جیسا کہ آپ کو سابقہ سطور میں معلوم ہو چکا ہے

(بقیہ صفحہ گذشتہ) تیرے بیٹے کو سو کوڑے اور ایک سال کی جلاوطنی۔ اے انیس! کل اس عورت کے پاس جاؤ۔ اگر وہ زنا کا اعتراف کرلے تو اسے رجم کر دو۔ چنانچہ اس عورت نے اعتراف کر لیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے رجم کرنے کا حکم دے دیا۔ عجیب بات ہے مقلدین تقلید پر تو اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں۔ مگر "جلاوطنی" کے ضمن میں اسے خبر واحد کہہ کر رد کر دیتے ہیں۔

وہ مقلد کو مقلد صرف اسی وقت کہا جاتا ہے۔ جب وہ کسی مسئلے کے حکم کی دلیل نہیں پوچھتا۔ اگر وہ دلیل کا مطالبہ کرتا ہے تو اسے مقلد نہیں کہا جا سکتا۔ اب اس حدیث سے تقلید کے جواز پر کیسے استدلال کیا جا سکتا ہے؟۔ کیا کوئی عقل مند شخص کسی چیز کے ثبوت میں کوئی ایسی دلیل پیش کرے گا۔ جو اس کے اثبات کی بجائے نفی کرتی ہو۔ جو اس کی صحت پر دلیل ہونے کی بجائے اسکے فاسد ہونے پر دلالت کرتی ہو۔

اے گروہِ مقلدین ہم آپ سے صرف اسی چیز کا مطالبہ کرتے ہیں جس پر خود آپ کی اپنی دلیل دلالت کرتی ہے۔ ہم آپ سے صرف یہ کہتے ہیں۔ کہ آپ اہلِ ذکر سے "ذکر" یعنی کتاب و سنت کے متعلق سوال کریں گے کہ رجال کی آراء اور قیل و قال کو چھوڑ کر کتاب و سنت پر عمل پیرا ہوں۔ ہم آپ سے وہی چیز کہتے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہی تھی کہ آپ پوچھتے کیوں نہیں کیونکہ عاجز و بے علم کی شفا تو قرآن و سنت کے حکم کے متعلق سوال کرنے میں ہے۔ اس کی شفا اس سوال میں نہیں کہ فلاں کی رائے کیا ہے۔ اور فلاں کا مذہب کیا ہے۔ اگر آپ اس سے محض اس کی رائے پوچھیں گے تو فتویٰ دینے والا آپ کو ہلاکت میں ڈال دے گا۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے ہی مفتیوں کے متعلق فرمایا تھا قَتَلُوْهُ قَتَلَهُمُ اللہ (اللہ تعالیٰ ان کو ہلاک کرے انہوں نے اسے قتل کر دیا)

رہا مزدور والے واقعے میں مزدور کا سوال تو اس نے اہلِ علم صحابہؓ سے صرف کتاب اللہ و سنت کا حکم پوچھا تھا۔ اس نے اُن سے اُن کی اپنی رائے یا اپنا مذہب نہیں پوچھا تھا اور یہ حقیقت ہر صاحبِ علم کو معلوم ہے۔ ہم مقلد سے صرف یہی مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ اس مزدور کے باپ کی نہج پر سوال کرے اور جس چیز پر ایسی دلیل قائم ہو۔ جو اس عالم مسئول نے روایت کی ہو اسی کو راہِ عمل بنالے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ مقلد اپنے دل میں یہ تہیہ کئے

ہوئے ہوتا ہے کہ وہ اپنے امام کی روایت پوچھنے کی بجائے اس کی رائے پوچھے گا۔ تب مقلد کا یہ استدلال اس کے حق میں دلیل مہیا کرنے کی بجائے اس کے خلاف حجت ہے۔ واللہ المستعان۔

مقلدین کی تیسری دلیل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے "کلالہ" کے بارے میں فرمایا تھا۔" میں اس بارے میں فیصلہ کرتا ہوں۔ اگر یہ صحیح ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اگر غلط ہے تو میری اپنی طرف سے اور شیطان کی طرف سے ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے بری ہے۔ کلالہ میت کے بیٹے اور باپ کے سوا دوسرے ورثا رکو کہا جاتا ہے"۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہا کرتے تھے۔" مجھے ابوبکر صدیقؓ کی مخالفت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے حیا آتی ہے"۔ یہ بات بھی ثابت ہے کہ حضرت عمرؓ حضرت ابوبکر صدیق رضی سے کہا کرتے تھے۔" ہماری رائے آپ کی رائے کے تابع ہے"۔

یہ بات بھی پایۂ صحت کو پہنچی ہوئی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے پر عمل کیا کرتے تھے[1]

یہ بھی ثابت ہے کہ شعبیؒ کہا کرتے تھے۔
"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چھ صحابہؓ لوگوں کو فتویٰ دیا کرتے تھے۔ عبداللہ بن مسعودؓ، عمر بن الخطابؓ، علی ابن ابی طالبؓ، زید بن ثابتؓ، ابی بن کعبؓ اور ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم ان میں سے تین باقی تین کے مقابلے میں اپنے قول کو چھوڑ دیا کرتے تھے۔
عبداللہ بن مسعودؓ حضرت عمرؓ کے قول کے مقابلے میں اپنا قول چھوڑ دیتے

---

[1] ابن حزم رقمطراز ہیں یہ بات بالکل غلط ہے کیونکہ حضرت عمر اور حضرت عبداللہ بن مسعود کے اختلافات مشہور ہیں (الاحکام فی اصول الاحکام ص ۱۰۳۷) اس کے بعد ابن حزم نے چند اختلافات کو نقل بھی کیا ہے۔

تھے۔ ابوموسیٰ اشعری حضرت علیؓ کے مقابلے میں اپنی رائے کو ترک کر دیا کرتے تھے۔ اور زید بن ثابت حضرت ابی بن کعب کے قول کے سامنے اپنے قول سے رجوع کر لیا کرتے تھے"۔[1]

جواب

یہ جو حضرت عمرؓ کے بارے میں روایت کیا جاتا ہے کہ اُنہیں حضرت ابوبکرؓ کی مخالفت کرتے ہوئے شرم آتی تھی اس کے ساتھ ساتھ اُن کو یہ بھی اعتراف تھا کہ حضرت ابوبکر صدیق سے خطا کا امکان ہے۔ نیز یہ کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی تمام باتیں صواب پر مبنی اور خطا سے مامون نہیں ہیں۔

اگرچہ ہمارے اس دعویٰ پر کوئی ظاہری ثبوت نہیں ہے۔ تاہم اس پر وہ روایات دلالت کرتی ہیں۔ جو حضرت عمرؓ کے بارے میں مروی ہیں کہ انہوں نے بہت سے مسائل میں حضرت ابوبکر صدیق سے اختلاف کا اظہار کیا ہے۔[2] مثلاً ۔ ا۔ اہلِ ارتداد کے قیدیوں کے بارے میں حضرت عمر نے حضرت ابوبکرؓ کی رائے سے اختلاف ہے۔

۲۔ مفتوحہ اراضی کی تقسیم کے ضمن میں حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکرؓ سے اختلاف کیا۔ حضرت عمر کی رائے تھی کہ ان زمینوں کو تقسیم نہ کیا جائے۔

۳۔ وظائف کے سلسلے میں حضرت ابوبکر کی حضرت عمر نے مخالفت کی۔ حضرت ابوبکر وظائف کے بارے میں تمام مسلمانوں میں مساوات کے قائل تھے۔ مگر حضرت عمر اُن کے درمیان مفاضلت کے قائل تھے۔

۴۔ جانشینی کے بارے میں حضرت عمر نے حضرت ابوبکر کے طرز عمل سے مختلف طرز عمل اختیار کیا۔ حضرت ابوبکر نے حضرت عمر کو اپنا جانشین مقرر کیا۔ مگر

---

[1] ابن حزم کہتے ہیں کہ اس اثر کی سند میں جابر جعفی ہے۔ جو کذاب ہے لہٰذا اس اثر سے استدلال کرنا صحیح نہیں (الاحکام فی اصول الاحکام ص ۱۰۴۴)

[2] ان تمام اختلافات کو ابنِ حزم نے الاحکام فی اصول الاحکام میں ص ۱۰۴۲ پر نقل کیا ہے۔

حضرت عمرؓ نے اپنی وفات پر کسی ایک شخص کو اپنا جانشین مقرر کرنے کی بجائے اس معاملے کو شوریٰ پر چھوڑ دیا اور کہا "اگر میں کسی کو اپنا جانشین مقرر کرتا ہوں تو حضرت ابوبکر نے بھی اپنا جانشین مقرر کیا تھا۔ اور اگر جانشین مقرر نہیں کرتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنا جانشین نہیں فرمایا تھا۔" عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں۔ "جب حضرت عمرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا۔ تو مجھے یقین ہو گیا کہ وہ آپؐ کے برابر کسی کو کھڑا نہیں کریں گے اور وہ کسی کو اپنی جانشین مقرر نہیں کریں گے"۔

۵۔ حضرت عمرؓ نے وراثت میں بھائیوں کی معیت میں دادے کے حصے کے بارے میں بھی حضرت ابوبکرؓ سے اختلاف کیا۔

اگر حضرت عمرؓ کے قول "مجھے کلالہ کے مسئلہ میں حضرت ابوبکر کی مخالفت کرتے ہوئے حیا آتی ہے"۔ سے مراد وہی ہے جو وہ لیتے ہیں تو اس کی متناقض وہ تمام روایات ہیں۔ جن میں نہایت صحت کے ساتھ ثابت ہے کہ انہوں نے حضرت ابوبکر صدیق سے اختلاف کیا۔ حضرت عمر کے اس اختلاف کے بارے میں ہمارا ابھی وہی جواب ہے۔

اس کی توضیح اس طرح ہے کہ جب مقلدین کہتے ہیں کہ ان مسائل میں حضرت عمر نے اجتہاد کیا جو حضرت ابوبکر کے اجتہاد کے خلاف تھا۔ تو ہمارا جواب بھی یہی ہے کہ اس مسئلہ میں حضرت عمر نے حضرت ابوبکر کی موافقت کی۔ کیونکہ ان کا اجتہاد حضرت ابوبکر کے اجتہاد کے موافق تھا۔ یہ موافقت تقلید پر مبنی نہیں تھی۔ نیز یہ بھی ثابت ہے کہ حضرت عمرؓ نے اپنی وفات کے وقت اس بات کا اعتراف کرتے ہوئے کہ وہ کلالہ کے مسئلہ کو سمجھ نہیں سکے۔ اقرار کیا کہ انہوں نے کلالہ میں کوئی فیصلہ نہیں کیا۔ اگر یہ موافقت تقلید کی بنا پر ہوتی ہے تو وہ کبھی یہ اقرار نہ کرتے کہ وہ کلالہ کے بارے میں کوئی فیصلہ نہیں کر پائے۔ اور وہ کبھی یہ اعتراف نہ کرتے کہ انہیں اس مسئلہ کی سمجھ نہیں آئی

"ہم تمہارے مال مویشی اور ہتھیار چھین لیں گے۔ ہم نے جو کچھ تم سے چھینا ہے وہ مالِ غنیمت ہوگا اور جو کچھ تم نے ہم سے چھینا ہے اسے واپس لوٹاؤ گے۔ تم ہمارے مقتولوں کی دیت ادا کرو گے۔ تمہارے مقتول جہنم واصل ہوئے ہم اُن کی دیت ادا نہیں کریں گے۔ تم ایسے لوگ بن کر رہو گے جو مطیعِ فرمان اور رعایا بن کر رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ اللہ تعالٰے خلیفۂ رسول اور مہاجرین پر ایسا امر ظاہر کر دے جو تمہارے عذر کو صحیح ثابت کر سکے" حضرت ابو بکرؓ نے یہ چیز شوریٰ کے سامنے پیش کی۔ حضرت عمرؓ نے اُٹھ کر کہا۔

"آپ نے اپنی رائے کا اظہار کیا ہے۔ اب ہم آپ کے سامنے اپنی آراء کا اظہار کریں گے۔ آپ نے جو جلا وطن کرنے والی جنگ اور رُسوا کرنے والی صلح کا ذکر کیا ہے۔ یہ آپ نے بہت اچھی بات کی ہے۔ آپ نے جو کہا ہے کہ تم ہمارے مقتولوں کی دیت ادا کرو گے اور تمہارے مقتول جہنم رسید ہوئے۔ ہمارے شہداً نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا اور اللہ تعالٰے کی راہ میں جامِ شہادت نوش کیا۔ اور اللہ تعالٰے کے ذمے ان کا اجر ہے" تمام مسلمانوں نے حضرت عمرؓ کی تائید کی[1]۔"

یہ حدیث تو اُن کے موقف کو ردّ کرتی ہے۔ کیونکہ حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے ابو بکرؓ کے فیصلے کے کچھ حصے سے اتفاق کیا۔ اور کچھ حصے سے اختلاف کیا۔ حدیث کی بعض روایات میں یہ الفاظ بھی وارد ہیں "آپ نے اپنی رائے کا اظہار کر دیا۔ ہماری رائے آپ کی رائے کے تابع ہے۔" اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت ابو بکرؓ کے تمام فیصلے یا اس کے کچھ حصے سے اتفاق کرنا کسی طرح بھی تقلید نہیں۔ بلکہ حضرت ابو بکر صدیق نے بنو اسد اور غطفان کے بارے میں جس رائے کا اظہار کیا تھا۔ حضرت عمرؓ نے اس کو صواب قرار دیا۔ اس موقف کو تقلید نہیں کہا جاتا۔

---

[1] نیل الاوطار۔ ۷: ۲۸ بحوالہ بخاری۔ مستخرج برقانی۔ بیہقی

نیز بسا اوقات یہ بھی ہوتا ہے کہ امیر کی اطاعت میں اخلاص کے مقصد سے اس کی رائے سے اختلاف ہونے کے باوجود سکوت اختیار کیا جاتا ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اطاعتِ امیر کی تاکید فرمائی ہے اور اس سے اختلاف کرنے سے منع کیا ہے۔ البتہ یہ اطاعتِ امیر تدبیرِ جنگ وغیرہ میں ہے۔ مسائل دین میں نہیں۔ اور اگر حضرت عمرؓ نے کچھ حصے سے اتفاق کیا ہے۔ تو وہ طلبِ اتباع کی خاطر۔

بالجملہ جو کوئی جوازِ تقلید کے مسئلہ میں اِس قسم کی احادیث سے استدلال کرتا ہے اس کا استدلال بے چارے مقلدین کے لئے محض تسلی ہے۔ جو اُن کے لئے فائدہ مند نہیں۔

مُقلّدین کی پانچویں دلیل: تقلید کے قائلین یہ دلیل بھی دیتے ہیں۔ کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے حضرت عمرؓ کے قول کی موافقت کی اور اسے اختیار کر لیا۔ اور اُنہوں نے ان چھ صحابہ کا ذکر بھی کیا ہے جن میں کچھ اپنی رائے کو چھوڑ کر دوسرے کی رائے کو اختیار کر لیا کرتے تھے۔

جواب:۔ یہ کوئی نئی اور تعجب کی بات نہیں۔ اکثر امور میں ایک صاحب علم کو دوسرے صاحبِ علم سے اتفاق ہوتا ہے۔ بہت کم مسائل ایسے ہوتے ہیں۔ جن میں وہ ایک دوسرے سے اختلاف کرتے ہیں۔ خاص طور پر جب کہ اجتہاد کے اعلیٰ مراتب پر فائز ہوں۔ تب ان میں اختلاف بہت ہی کم پایا جاتا ہے۔

نیز اہلِ علم ذکر کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے سو کے لگ بھگ مسائل میں حضرت عمرؓ سے اختلاف کیا ہے۔ صرف چار مسئلے ایسے ہیں۔ جن میں اُنہوں نے اتفاق کیا ہے۔ اب بتائیے کہ اس میں تقلید کہاں ہے؟ اور اس قسم کے اقوال سے استدلال کرنا کہاں تک درست ہے! یہی حقیقت دیگر چھ صحابہ کے ایک دوسرے کے قول کی طرف رجوع کرنے کی ہے۔ اس کو

موافقت کہا جائے گا۔ یہ تقلید نہیں ہے۔ صحابۂ کرام کو جب کسی سُنّت کا علم ہو جاتا تھا تو وہ اسے کسی کے قول کے مقابلے میں ترک نہیں کرتے تھے خواہ کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو۔ بلکہ وہ سُنّت کو نہایت مضبوطی سے پکڑ لیتے تھے' اور رجال کی آراء کو اُٹھا کر دیوار کے پار پھینک دیتے تھے۔ اس میں ان مقلّدین کے لئے کہاں دلیل ہے۔ جو اپنے امام کی رائے کے مقابلے میں قرآن وسنت کی طرف بھی التفات نہیں کرتے؟ وہ اپنے امام کے قول کی ہرگز مخالفت نہیں کرتے۔ خواہ اس کے مقابلے میں سنتِ متواترہ کیوں نہ ہو۔ نیز صحابۂ کرام کا اپنی رائے کو چھوڑ کر دیگر صحابہ کرام کی طرف رجُوع کرنا زیادہ تر رائے میں نہیں بلکہ روایت میں ہوتا تھا کیونکہ کسی وجہ سے اس صحابی کو اس روایت کا زیادہ علم ہوتا تھا جس کی طرف رجُوع کیا جاتا تھا۔ جو لوگ صحابہ کرام کے احوال کی معرفت رکھتے ہیں وہ اس حقیقت کو خوب جانتے ہیں۔ رہی مجرّد آراء، جو مبنی بر خطا ہیں۔ اکابر صحابہ کرامؓ نے ان کی اتباع سے منع کیا ہے۔ اور ایسی ہی اتباع سے نفرت دلائی ہے جیسا کہ اس کا کچھ بیان انشاء اللہ آئندہ سطور میں آئے گا۔ صحابہ کرام صرف اسوقت رائے کی طرف رجُوع کیا کرتے تھے جب اُنہیں قرآن وسُنّت سے کوئی دلیل نہ ملتی پیش آنے والے مسئلہ میں وقت کی تنگی کی بناء پر آپس میں مشورہ اور طلب و جستجو کے بغیر کوئی فیصلہ نہ کرپاتے۔ اس کے باوجُود وہ رائے سے فیصلہ کرتے وقت بہت گھبراتے تھے۔ وہ جماعت کی رائے کے مقابلے میں اپنے تفرّد کو پسند نہیں کرتے تھے۔ ایک دفعہ ابوعبیدہ السلمانیؒ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ' سے عرض کی۔

"جماعت کی معیت میں آپ کی رائے ہمیں آپ کی منفرد رائے سے زیادہ محبوب ہے۔"

مُقلّدین کی چھٹی دلیل' تقلید کے قائلین رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی

اِس حدیث سے بھی استدلال کرتے ہیں۔ جو ابُو داؤدؒ، ترمذیؒ اور ابنِ ماجہؒ حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے صحیح سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"تم میرے بعد میری سنّت اور میرے ہدایت یافتہ خُلفائے راشدین کی سُنّت کو لازم پکڑو"۔

نیز وہ اس صحیح حدیث سے بھی استدلال کرتے ہیں جسے اصحابِ سنن نے خذیفہ بن ایمانؓ کے واسطے سے روایت کیا ہے۔ رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔

"میرے بعد ابوبکرؓ اور عمرؓ کی اقتدار کرو"۔

جواب:۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بعد خلفائے راشدین کی سُنّت پر عمل کرنا آپؐ کے حکم کی بنا پر ہے۔ خلفائے راشدین کے عمل کو اختیار کرنا اور اُن کے فعل کی اقتدا کرنا محض اِس بنا پر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے خلفائے راشدین کی سُنّت کو اختیار کرنے اور حضرت عمرؓ کے فعل کی اقتدار کا حکم دیا ہے۔ آپؐ نے پوری امت میں سے کسی عالم کے فعل کو سنت بنانے اور اس پر عمل کرنے کا حکم نہیں دیا اور نہ مجتہدینِ اُمت میں سے کسی مجتہد کی رائے کی پیروی کا حکم دیا ہے۔ حاصل بحث یہ ہے کہ ہم حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی اقتدا اور دیگر خلفائے راشدین کی سنّت کی پیروی صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی اطاعت میں کرتے ہیں۔ لہٰذا آپ کا یہ صحیح نہیں کہ آپ اس چیز سے جس میں نص وارد ہوئی ہے۔ اِس چیز پر استدلال کریں جس میں نص وارد نہیں ہوئی۔

کیا آپ سمجھتے ہیں کہ رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے یہ فرمایا ہے۔

"تم میرے بعد ابو حنیفہؒ، شافعیؒ، مالکؒ اور احمد بن حنبلؒ کی سنت کو لازم پکڑو"؟

اگر آپ یہ کہتے ہیں کہ ہم آئمہ مذاہب کو ان خلفائے راشدین پر قیاس

کرتے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ سُبحان اللہ! آپ اس مقامِ بلند پر کیسے پہنچ سکتے ہیں۔ رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے خلفائے راشدین اور اُن کی سُنت کے اتباع کو کسی ایسے امرِ خاص کی وجہ سے خود اپنی اتباع قرار دیا ہے جو اُن کے علاوہ کسی اور میں منتقل نہیں ہو سکتا۔ اگر خلفائے راشدین کے ساتھ دیگر لوگوں کا الحاق جائز ہے۔ تو صحبتِ رسول اور علم میں ان کا الحاق ایسے لوگوں پر مقدم ہوتا جو کسی بھی خوبی میں ان سے اشتراک نہیں رکھتے ہیں بلکہ ان میں اور ایسے لوگوں میں وہی نسبت ہوتی جو ثریا اور تحت الثریٰ میں ہوتی ہے۔

اگر یہ اوصاف اور یہ خوبیاں صرف خلفائے راشدین ہی تک محدود نہ ہوتیں تو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم تمام صحابہؓ میں سے صرف خلفائے راشدینؓ کو اس سے مخصوص نہ کرتے۔ ان حیلوں بہانوں کو چھوڑ کر جن سے انصاف اِبا کرتا ہے۔ کاش آپ اس دلیل کی بنا پر خلفائے راشدین ہی کی تقلید کرتے یا آپ اُن کے ان اقوال ہی کی تقلید کرتے

جو آپ کے آئمہ کے قول کے مطابق صحت سے منقول ہیں لیکن آپ نے یہ بھی نہ کیا اور ان اقوال کو اُٹھا کر دیوار کے پار پھینک دیا جو آپ کے امام کی رائے کے خلاف تھے۔ اس کھلی حقیقت کا انکار صرف وہی شخص کر سکتا ہے جس کا دل عناد اور دشمنی سے لبریز ہے۔ بلکہ آپ نے تو اپنے متبوع کے قول کے مقابلے میں کتاب اللہ کی صریح نصوص اور سُنن متواترہ کو بھی ٹھکرا دیا۔ اے اہلِ تقلید! اگر آپ کو اس حقیقت کا انکار ہے تو یہ ہیں آپ کی کتابیں ہمیں بتائیے کہ آپ کون سے علماء کی اتباع کرتے ہیں تاکہ ہم بھی ان کتابوں میں سے ان حقائق کو آپ کے سامنے لائیں جن کا ہم نے ذکر کیا ہے۔

مُقلّدین کی سَاتویں دلیل تقلید کے قائلین رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے اِس قول سے بھی استدلال کرتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا

"میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں۔ ان میں سے جس کی بھی پیروی کروگے ہدایت پاؤگے۔"

جواب:۔ یہ حدیث متعدد سندوں سے حضرت جابر اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی گئی ہے۔ مگر آئمہ جرح وتعدیل نے تصریح کی ہے کہ یہ حدیث کسی سند سے صحیح نہیں بلکہ یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہی نہیں۔ اس پر علمائے حدیث نے کافی وشافی بحث کی ہے۔ جو کوئی اس کی اسناد پر بحث کا مطالعہ کرنا چاہتا ہے اور ان سندوں کے ضعف کی وجوہات معلوم کرنا چاہتا ہے تو یہ مقصد اس فن پر کسی کتاب کے مطالعہ سے حاصل ہو سکتا ہے [1]

بالجملہ اس حدیث سے حجّت قائم نہیں ہوتی۔ اور اگر اس سے حجت قائم بھی ہوتی ہو تب بھی یہ آپ کو کوئی فائدہ نہیں دے سکتی۔ کیونکہ یہ حدیث تو صحابہ کرام کی منقبت کی متضمن ہے جو کسی غیر صحابی میں نہیں پائی جا سکتی۔ آپ اس سے کیا چاہتے ہیں۔ اگر آپ کے متبوع صحابہ کرام میں شامل نہیں تو اس بات کو چھوڑ دیں۔ جس میں آپ کے لئے کوئی دلیل نہیں اور اس کلام کو چھوڑ دیں۔ جو خیر القرون کے مناقب پر مشتمل ہے اور آپ جس چیز کے درپے ہیں۔

---

[1] امام ابو محمد ابن حزم اس حدیث کو علی بن عمر بن احمد الدارقطنی ثنا القاضی احمد کامل بن کامل خلف ثنا عبداللہ بن روح ثنا سلام بن سلیمان ثنا الحارث بن غصین عن الاعمش عن ابی سفیان عن جابر کی سند سے روایت کرنے کے بعد لکھتے ہیں"۔ ابو سفیان ضعیف ہے حارث بن غصین ابو وہب ثقفی ہے۔ سلام بن سلیمان موضوع احادیث روایت کرتا ہے۔ بلاشبہ حدیث بھی موضوع ہے۔ (الاحکام فی اصول الاحکام صفحہ ۱۰۵۴)

ابن عبدالبر نے اس معنی میں ایک حدیث اپنی سند سے عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کی ہے۔ اس حدیث میں دو راوی متروک اور ایک راوی مجہول ہے (الاحکام فی اصول الاحکام صفحہ ۱۰۵۷) بزار کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی نسبت صحیح نہیں۔ (الاحکام فی اصول الاحکام صفحہ ۱۰۵۷)

اس کے لئے کوئی اور دلیل لائیں۔ اگر یہ حدیث صحیح ہے تو یہ حدیث صرف صحابہ کرام کے اقوال کو اختیار کرنے پر دلالت کرتی ہے اور وہ بھی صرف اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ارشاد فرمایا ہے کہ صحابہ کرامؓ میں سے کسی کی اقتدا زیادہ قرینِ ہدایت ہے۔ ہم نے تو صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی تعمیل اور آپؐ کے قول پر عمل کیا ہے۔ اگر آپؐ نے صحابہ کرام کی سنت کو محلِ اقتدا قرار دیا ہے تو اس کا ثبوت بھی تو سنت ہی سے ملتا ہے۔ اور اس صورت میں بھی ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول ہی پر عمل کرتے ہیں۔ اور یہ آپؐ کے علاوہ کسی اور کی تقلید نہیں ہے۔

ہم نے اللہ تعالیٰ کا ارشاد سُنا۔

وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا۔ (الحشر۔ ۷)

جو کچھ رسول تمہیں دے اسے لے لو۔ اور جس سے وہ تمہیں روک دیں اس سے رُک جاؤ۔

ہم نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد بھی سُنا۔

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ (آل عمران۔ ۳۱)

تو کہہ دے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو۔ اللہ تعالیٰ تم سے محبت کریگا اور تمہارے گناہ بخش دیگا۔

اور صحابہ کرام کی اقتدار کا حکم بھی ان جملہ امُور میں شامل ہے جو آپؐ نے ہمیں عطا کئے ہیں اس پر ہم نے عمل کیا اور اس کی ہم نے اتباع کی۔ ہم نے آپؐ کے سوا کسی اور کی اتباع نہیں کی۔ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سوا کسی کے محتاج نہیں۔ اگر آپ لوگ قیاس کے ذریعے اپنے آئمہ میں اس قسم کی خوبیوں کو ثابت کرنا چاہتے ہیں جو صحابہ کرام میں تھیں تو آپ کے اس افترا سے زیادہ تعجب خیز کوئی چیز نہیں۔

مقلدین کی آٹھویں دلیل

اس حدیث کا جواب اسی قسم کا ہے جس سے اہلِ تقلید اپنے مسلک پر استدلال کرتے ہیں۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی فوت شدہ نماز کی قضا کو مؤخر کر کے امام کے ساتھ شامل ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"معاذ نے تمہارے لئے ایک سنت مقرر کر دی ہے"۔[1] آپ پر یہ حقیقت مخفی نہیں ہونی چاہیئے کہ حضرت معاذ کا فعل مجرد معاذ کا فعل ہونے کی بنا پر سنت قرار نہیں دیا گیا۔ بلکہ اس بنا پر سنت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے سنت قرار دیا ہے۔ حضرت معاذ تو گویا اثباتِ سنت کا سبب بنے۔ ورنہ حضرت معاذ کا فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اثبات کے بغیر سنت بن ہی نہیں سکتا تھا۔ یہ مخفی امر نہیں ایک واضح حقیقت ہے کہ ہم نے رسول اللہ علیہ وسلم کے ارشاد "میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں"۔ سے استدلال کے بارے میں جو جواب دیا ہے۔ وہی جواب حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے قول کے بارے میں ہے جو صحابہؓ کے وصف میں وارد ہے۔ آپ اُن کا حق پہچانیئے اُن کے طریقے پر گامزن رہیئے۔ کیونکہ وہ سب راہِ راست پر تھے۔

ہمارے پاس ایک اور جواب بھی ہے۔ جو ان تینوں احادیث یعنی "تم میرے بعد میری سنت اور میرے ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت کو لازم پکڑو"۔ "میرے بعد ابو بکرؓ اور عمرؓ کی اقتدا کرو"۔ "میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں"۔ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے قول سے استدلال کے جواب پر مشتمل ہے۔ صحابہ کرام کی اقتدا اور ان کے عمل کو سنت بنانے سے مراد یہ ہے کہ اقتدا کرنے والے لوگ وہی کام کریں جو صحابہ کرام کیا کرتے تھے۔ اور صحابۂ کرام کا کوئی قول و فعل ایسا نہیں تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] اس حدیث کی سند صحیح نہیں ہے۔ (ابن حزم الاحکام فی اصول الاحکام ص ۱۰۵۵)

کے قول وفعل کی موافقت میں نہ ہو۔ اس صورت میں صحابہ کرام کی اقتدار آپؐ کی اقتدا ہوگی۔ اور صحابہ کرام کی سنت پر عمل کرنا آپؐ کی سنت پر عمل کرنا ہوگا۔ آپؐ کا ارشاد تو صحابہ کرام کی اہمیت اُجاگر کرنے کے لئے ہے۔ کیونکہ صحابہ کرام ہی آپؐ کی طرف سے شریعت کو آگے پہنچانے والے ہیں صحابہ کرام ہی بعد میں آنے والے لوگوں کی طرف احکامِ شریعت منتقل کرنے والے ہیں فعل اگرچہ صحابہ کرام کا ہے۔ مگر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کی روایت کے طریق پر ہے جیسے طہارت، نماز اور حج وغیرہ کے افعال ہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان افعال میں ایک راوی کی حیثیت رکھتے ہیں ہر چند کہ یہ افعال صحابہ کرام کی ذات کے ساتھ قائم ہونے کی وجہ سے اُن کی طرف منسوب ہیں۔ مگر درحقیقت یہ افعال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی طرف راجع ہیں۔ تب ان کی اتباع آپؐ کی اتباع ہے اور اُن کے قول وفعل کو سنت بنانا آپؐ کی سُنّت کی پیروی کرنا ہے۔ اگر آپؐ پر یہ حقیقت مخفی ہے تو عبادات کے بارے میں خلفائے راشدین اور اکابر صحابہ کے فعل پر غور کریں آپکو معلوم ہوگا کہ یہ تمام تر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کی روایت ہے جب اُن میں کسی چیز کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے تو یہ رائے کے اختلاف کی وجہ سے نہیں بلکہ روایت کے اختلاف کی وجہ سے ہے۔ آپ بہت ہی کم پائیں گے۔ کہ اُن کے افعال محض رائے کی بنیاد پر صادر ہوتے ہوں۔ بلکہ افعالِ تعبّد میں تو یہ چیز ہرگز نہیں ملے گی۔ اس امر سے ہر وہ شخص واقف ہے۔ جو صحابۂ کرام کے احوال جانتا ہے۔

اس پس منظر میں حدیث کا معنی یہ ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام سے فرمایا کہ وہ آپؐ کی جس سنّت کا مشاہدہ خلفائے راشدین میں کرتے ہیں۔ اس کی اقتدا کریں کیونکہ وہ آپؐ کی طرف سے پہنچانے والے ہیں۔ آپؐ کی سُنّت کی معرفت رکھتے ہیں اور آپؐ کی سنت

کی اتباع کرتے ہیں۔ لہٰذا ہر قول و فعل جو خلفائے راشدین سے صادر ہوتا ہے وہ درحقیقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل کی ترجمانی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اکابر صحابہؓ کی ایک جماعت سے رائے کی مذمت نہایت صحت کے ساتھ مروی ہے۔ صحابہ کرام اپنی رائے کی بجائے صرف سنّت کی طرف لوگوں کی راہ نمائی کرتے ہیں۔ یہ چیز بہت معروف ہے۔ صحابہ کرام کے احوال کی معرفت رکھنے والے پر یہ چیز مخفی نہیں۔ اِن کی طرف جو اجتہادات منسوب ہیں اور اہلِ علم نے ان اجتہادات کو رائے قرار دیا ہے۔ اگر ان پر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ وہ کتاب و سُنّت سے باہر نہیں۔ اس پر سنت یا تو صراحت کے ساتھ دلالت کرتی ہے یا اس پر سنّت کا اشارہ موجود ہوتا ہے، کبھی کبھی ان کے اجتہاد پر رائے کا گمان گزرتا ہے مگر اس شخص کیلئے یہ گمان بھی ختم ہو جاتا جو اس پر اچھی طرح غور کرتا ہے۔ اور جب کبھی نادر طور پر کسی صحابی میں ایسا پایا بھی گیا ہے تو آپ نے دیکھا ہوگا کہ وہ صحابی اس سے تنگی محسوس کرتے ہیں اور اس بات کی تصریح کر دیتے ہیں کہ یہ اُن کی اپنی رائے ہے اور اگر یہ خطا ہے تو اس کی خطا سے اللہ تعالیٰ بری الذمہ ہے۔ وہ خطا کو اپنے نفس اور شیطان سے منسوب کرتے ہیں اور صواب کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرتے ہیں۔ جیسا کہ کلالہ کی تفسیر میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا موقف سابقہ سطور میں گزر چکا ہے۔ اور جیسا کہ وراثت میں دادا کے حصّے کے بارے میں حضرت ابوبکرؓ اور بعض دیگر صحابہ سے مروی ہے اور جیسا کہ فَاكِهَةً وَّأَبًّا کی تفسیر میں حضرت عمرؓ کا قول مشہور ہے۔ یہ بہت نفیس بحث ہے اس میں اچھی طرح غور و تدبر کریں۔ اس میں آپ کو بہت فائدہ ہوگا۔

مُقلّدین کی نویں دلیل

تقلید کے قائلین تقلید کے جواز میں قرآن مجید

کی اس آیت سے بھی استدلال کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ، (النسا۔ ۵۹)	اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو۔ رسول کی اطاعت کرو اور ان کی اطاعت کرو جو تم میں سے اولوا مر ہیں۔

وہ اس آیتِ کریمہ سے استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اولوا مر سے مُراد علماء ہیں اور یہاں اطاعت سے مراد ان کے فتووں کی تقلید ہے۔

جواب : اولوالامر کی تفسیر میں مفسّرین کے دو قول ہیں۔

اوّل : اولوالامر سے مُراد امراء ہیں۔

ثانی : اولوالامر سے مراد اہلِ علم ہیں۔

اِس آیتِ کریمہ سے دونوں گروہوں کی مُراد ممتنع نہیں ہے۔ مگر اس آیت سے مقلّدین اپنے مقصد پر کیونکر استدلال کر سکتے ہیں۔ کیونکہ امراء اور علماء کی اطاعت صرف اسی صورت میں واجب ہے جب وہ شریعت کے مُطابق اللہ کی اطاعت کا حکم دیں۔ ورنہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوْقٍ فِيْ مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ۔ خالق کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی اطاعت جائز نہیں۔ نیز خود علمائے کرام نے لوگوں کو اپنی تقلید سے منع کیا ہے۔ جیسا کہ آئندہ صفحات میں تقلید کی ممانعت میں آئمہ اربعہ اور دیگر علماء کے اقوال کا ذکر آئے گا۔ ترکِ تقلید درحقیقت علماء کی اطاعت ہے۔ بفرضِ محال اگر کچھ علماء لوگوں کو تقلید کی دعوت دیتے ہیں اور اس میں لوگوں کو ترغیب دلاتے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے مطابق یہ معصیت کی طرف راہ نمائی ہے۔ کیونکہ جو علماء عوام الناس کو جو نہ دلائل کو سمجھ سکتے ہیں اور نہ صواب کی معرفت رکھتے ہیں تقلید سے تمسک کی طرف دعوت دیتے ہیں گویا وہ اُن کو عُلمائے متبوعین کی آراء کی وساطت سے کتاب و سنّت پر عمل کو ترک کرنے کی دعوت دیتے ہیں۔ جس چیز پہ ان علمائے

متبوعین نے عمل کیا۔ اُنہوں نے بھی اسی پر عمل کیا جس چیز پر ان علماء نے عمل نہیں کیا۔ اُنہوں نے بھی اسے چھوڑ دیا۔ اور کتاب و سنت کی کسی دلیل کی طرف التفات کیا نہ بلکہ ان کے نزدیک تو تقلید کے لئے شرط ہے کہ مقلد اپنے امام کی روایت کو چھوڑ کر اس کی رائے پر عمل کرے۔ اپنے امام سے کتاو سنت کی کسی دلیل کا مطالبہ نہ کرے ورنہ وہ دائرۂ تقلید سے خارج ہو جائے گا کیونکہ اس نے دلیل اور حجت کا مطالبہ کر لیا ہے۔

اولوالامر کی اطاعت کی حقیقت

اولوالامر کی اطاعت اُمورِ حرب وغیرہ میں واجب ہے۔ تدابیرِ حرب میں اُن کے مشوروں سے استفادہ تدابیرِ معاش جلبِ مصالح اور دفعِ مفاسد میں ان کی آراء پر عمل لازم ہے۔ بعید نہیں کہ یہ اطاعت ان اُمور کے متعلق ہو جو شریعت میں شمار نہیں ہوتے کیونکہ اگر اس سے مُراد اِن امور میں اطاعت ہوتی جن کو اللہ اور رسول نے شریعت قرار دیا ہے۔ تو یہ چیز اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ کے تحت آ چکی ہے۔ اور یہ بھی بعید نہیں کہ اس سے مُراد وہ اُمور ہیں جن کو اللہ اور رسُول نے شریعت قرار دیا ہے۔ مثلاً واجباتِ مخیّرہ اور واجباتِ کفایہ وغیرہ یا وہ بعض اشخاص پر واجباتِ کفایہ میں دخول لازم کرتے ہیں اس سے یہ چیز لازم آتی ہے کہ یہ امر شرعی ہے جس میں اطاعتِ اولی الامر واجب ہے۔ بالجملہ آیت کریمہ میں جس اطاعتِ اولی الامر کا ذکر آیا ہے۔ یہ وہی اطاعتِ امیر ہے جو احادیثِ متواترہ سے ثابت ہے یہ اطاعتِ امیر اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی معصیت کا حکم نہیں دیتا۔ یا مامور کی نظر میں یہ حکم واضح کفر نہیں۔ تب معلوم ہوا کہ یہ احادیث قرآن مجید کی اس آیت کی تفسیر کرتی ہیں۔ یہ چیز کسی طرح بھی تقلید کے زمرے میں نہیں آتی۔ بلکہ اِس آیت میں اِن لوگوں کو امراء کی اطاعت کی تاکید ہے۔ جن پر

امورِ حرب، معاملاتِ سیاست اور جلبِ مصالح کے بارے میں بے علمی اور جہالت غالب ہے۔ رہے خالص امورِ شرعیہ تو کتاب وسنت نے اُن سے مستغنی کردیا ہے۔

آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ ہم نے جن دلائل کا ذکر کیا ہے وہ ایسے دلائل ہیں جن پر اہلِ تقلید کے نظریۂ تقلید کی پوری عمارت کھڑی ہے اور ہم نے ان کا ابطال بھی کیا ہے جیسا کہ آپ دیکھ چکے ہیں۔ اس کے علاوہ وہ کچھ اور دلائل بھی لاتے ہیں۔ مثلاً وہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ نے اُمہاتِ اولاد کو فروخت کرنے سے منع کر دیا تھا۔ اور اسی طرح اُنھوں نے بیک وقت دی ہوئی تین طلاقوں کو نافذ کر دیا تھا۔ اور صحابہؓ کرام نے اُن کی تقلید کی۔ مگر بلاشبہ یہ محض افترا ہے۔ صحابہ کرام ان دونوں مذکورہ مسائل میں اختلاف رکھتے تھے بعض صحابہؓ کی رائے حضرت عمرؓ کی رائے سے موافقت رکھتی تھی اور بعض صحابہ کو اُن سے اختلاف تھا اور یہ موافقت بربنائے تقلید نہ تھی بلکہ اُن کا اجتہاد حضرت عمرؓ کے اجتہاد سے موافقت رکھتا تھا۔ اور موافقت رکھنے والے صحابہ کرام کبھی کبھی اُن سے دلیل بھی پُوچھ لیا کرتے تھے مگر مقلّد کی شان تو یہ ہے کہ اسے دلیل سے کوئی بحث نہیں ہوتی۔ مقلّد کی علامت یہ ہے کہ وہ روایت کو ترک کرکے رائے کو قبول کر لیتا ہے۔ جس میں یہ چیز نہ ہو وہ مقلّد نہیں۔

مقلّدین کی دسویں دلیل منجملہ دلائل سے مقلّدین کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ صحابہؓ کرام رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی موجودگی میں فتوے دیا کرتے تھے۔ یہ چیز اُن کی تقلید کے وجوب پر دلالت کرتی ہے۔

جواب:۔ اس کا جواب یہ ہے کہ صحابہؓ کرام کتاب وسنّت کی نصوص کی بنیاد پر فتویٰ دیتے تھے۔ اور یہ روایت ہی کی ایک قسم ہے اور صاحبِ فہم اس میں شک نہیں کر سکتا کہ روایت کو قبول کرنا تقلید کے زمرے میں

نہیں آتا۔ اور کیونکہ روایت کو قبول کرنا درحقیقت قبولِ حجت اور تقلید بے چُون وچرا رائے قبول کرنے کا نام ہے۔ قبولِ روایت اور قبولِ رائے میں فرق ہے۔ قبولِ روایت تقلید نہیں ہے۔ بلکہ یہ تو مقلد کی رسم کے برعکس ہے۔

مُقلّدین کے مُغالطے اِس فرق کو اچھی طرح یاد رکھئے۔ کیونکہ تقلید کے قائلین اس طرح کے مُغالطوں میں مُبتلا کرنے کی کوشش کرتے ہیں مثلاً وہ کہتے ہیں :۔

"مُجتہد سنّت روایت کرنے والے کا مُقلّد ہوتا ہے"۔ "جب ہم عورت کا قول قبول کرلیتے ہیں کہ وہ حیض سے پاک ہوگئی ہے تو یہ بھی تقلید ہے"۔

"جب ہم دخولِ وقت کے بارے میں مؤذن کی بات کو قبول کرلیتے ہیں تو یہ بھی تقلید ہے"۔

"جب اندھا قبلہ کے تعیّن کے سلسلے میں دُوسرے کی بات کو مان لیتا ہے تو یہ بھی تقلید ہے"۔ بلکہ اصحابِ تقلید تو شاہد کی شہادت اور عُلمائے حدیث کی جرح و تعدیل کو بھی تقلید کے زمرے میں شامل کردیتے ہیں۔ مگر آپ پر مخفی نہیں ہے کہ یہ ہرگز تقلید نہیں بلکہ قبولِ روایت ہے کیونکہ روایت کرنے والے راوی کی بات مان لینا۔ دخولِ وقت کی خبر دینے والے کی خبر کو قبول کرنا۔ حیض کے اختتام کی خبر کو تسلیم کرنا۔ قبلہ کا رخ بتانے والے کی خبر پر عمل کرنا۔ شاہد کی شہادت کی بنا پر حکم لگانا۔ اور صاحب جرح و تعدیل کے قول کو مان لینا سب قبولِ روایت ہی کی اقسام ہیں کیونکہ ان مذکورہ صورتوں میں راوی دلیل کے متعلق خبر دیتا ہے۔ یہ اس کی اپنی رائے نہیں ہوتی۔ اسی طرح وہ شخص جو نماز کے وقت کے داخل ہونے کے متعلق خبر دیتا ہے۔ وہ درحقیقت دخولِ وقت کی علامت کی شہادت دیتا ہے۔ اس کی یہ خبر اپنی رائے پر مبنی نہیں ہوتی۔ اسی طرح عورت محض علامات طہر

کی خبر دیتی ہے اور یہی صورت قبلہ کے متعلق خبر دینے والے کی شہادت کی ہے وہ مشاہدہ کی بنا جہت کے تعین کی خبر دیتا ہے جس میں اس کی رائے کا عمل دخل نہیں۔ اس طرح گواہ بھی اِس امر کے متعلق خبر دیتا ہے جو اس نے اپنی حس اور مشاہدے سے معلوم کیا ہے اور اس امر میں یہ اس کی ذاتی رائے نہیں ہے۔

بالجملہ یہ اتنی واضح حقیقت ہے کہ چھپ نہیں سکتی۔ رائے اور روایت کے درمیان فرق روزِ روشن کی طرح عیاں ہے جو اس واضح فرق کو نہیں سمجھ سکتا اسے معارف علمیہ کا شغل نہیں رکھنا چاہئے۔ اس کا فہم بہائم کی سطح سے بلند نہیں۔ اگرچہ وہ انسانی قالب میں ہے۔

تقلید اور اتباع میں فرق ابن خویز منداد بصری مالکی کہتے ہیں "شرعی اصطلاح میں تقلید کا معنیٰ ہے کسی ایسے قول کی طرف رجوع کرنا جس کے قائل کے پاس کوئی دلیل نہیں۔ اور شریعت میں اس کے لئے یہ چیز ممنوع ہے"۔ اتباع کا معنیٰ ہے کسی ایسے قول کی طرف رجوع کرنا جو دلیل سے ثابت ہو۔ دین میں اتباع جائز ہے اور تقلید ممنوع ہے"۔ علامہ ابن عبدالبرؒ کا بھی ایسا ہی قول آئندہ سطور میں آئے گا۔

مقلدین کی گیارھویں دلیل تقلید کے اسیر تقلید کے جواز پر یہ دلیل بھی لاتے ہیں کہ اگر تقلید جائز نہ ہوتی تو ہر فرد پر اجتہاد واجب ہوتا اور یہ انسان کو اس امر کا مکلف کرنا ہے جس کی وہ طاقت نہیں رکھتا۔ کیونکہ طبائع انسانی میں تفاوت ہے۔ کچھ طبائع اجتہادی علوم کو قبول کر لیتی ہیں اور کچھ ان علوم کو قبول کرنے سے قاصر ہیں اور طبائع کی غالب اکثریت اجتہاد سے قاصر ہے۔ بفرضِ محال اگر تمام طبائع اجتہادی علوم کو قبول کرنے

کی صلاحیت رکھتی ہیں تو اس کی تحصیل ہر فرد پر واجب ہے اور یہ ایسی چیز ہے جو تعطیلِ معاش کی باعث ہوگی۔ جس کے بغیر نوعِ انسانی کی بقا ممکن نہیں۔ کیونکہ کسی کا رتبۂ اجتہاد پر پہنچنا اس وقت تک ممکن نہیں جب تک کہ وہ ہر طرف سے فارغ ہو کر اپنے آپ کو ہمہ وقتی طور پر علم کے لئے وقف نہ کرلے تب زراعت پیشہ لوگ، کپڑا بننے والے اور معمار علم میں مشغول ہو جائیں گے اور ان اعمال کی دیکھ بھال کرنے والا کوئی نہ ہوگا۔ اور معاشِ انسانی بالکل باطل ہو جائے گی اور انسانی زندگی کا نظام درہم برہم ہو کر رہ جائے گا۔ اس میں ضرر، مشقت اور شارع کے مقاصد کی مخالفت ہے جو کسی سے پوشیدہ نہیں۔

جواب :- اس کا جواب یہ ہے کہ ہم ہر فرد سے یہ مطالبہ نہیں کرتے کہ اسے مرتبۂ اجتہاد پر پہنچنا چاہیئے مگر ہمارا مطلوب تقلید کے علاوہ کچھ اور ہے عوام اپنی معاش کو قائم رکھتے ہوئے رتبۂ اجتہاد سے قاصر رہیں۔ جیسا کہ صحابہ و تابعین کے زمانہ میں ہوتا تھا۔ حالانکہ وہ بہترین زمانہ تھا۔ ہر عالم جانتا ہے کہ وہ نہ تو مقلد تھے اور نہ وہ کسی عالم سے انتساب رکھتے تھے۔ بلکہ ہر وہ شخص جو علم سے بہرہ ور نہ تھا کسی بھی عالم سے قرآن و سنت سے ثابت شدہ شرعی حکم کے متعلق پوچھ لیتا تھا۔ اور یہ عالم اسے فتویٰ دیتے ہوئے لفظاً یا معنیً حدیث روایت کر دیتا تھا۔ وہ شخص اس پر عمل کر لیتا تھا۔ یہ چیز رائے پر عمل کے زمرے میں نہیں آتی بلکہ روایت پر عمل کے باب میں شمار ہوتی ہے۔ اور یہ تقلید سے زیادہ سہل ہے۔ کیونکہ رائے کی باریکیوں کو سمجھنا روایت کو سمجھنے سے زیادہ مشکل ہوتا ہے۔ ہم تو عوام سے اس سے آسان اور سہل تر چیز کا مطالبہ کرتے ہیں جس کا مطالبہ وجوبِ تقلید کے قائلین کرتے ہیں۔ یہی وہ منہاج ہے جس پہ خیر القرون کے لوگ گامزن تھے۔ ان کے بعد تابعین اور تابعین کے بعد تبع تابعین نے اس صراطِ مستقیم کو اپنایا۔ پھر شیطان نے عوام کو تقلید کے ذریعے استدراج میں مبتلا کر دیا۔ اور شیطان نے صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا۔ بلکہ ان کو فردِ واحد کی تقلید پر اقتصار اور کسی دوسرے عالم کی عدمِ تقلید

کی گمراہی میں مُبتلا کیا۔ پھر تقلید اِس قدر بڑھ گئی کہ مقلّدین کا ہر گروہ یہ سمجھنے لگا۔ کہ حق صِرف ان کے امام کے اقوال میں محصُور ہے اور ان کے سوا تمام اقوال باطل ہیں۔ پھر تقلید نے ان کے دلوں کو بغض اور عداوت سے لبریز کر دیا۔ آپ دیکھتے ہیں کہ تقلید کی برکت سے ان میں آپس میں اسقدر عداوت ہوتی ہے کہ اتنی عداوت اہلِ ملل و مذاہب میں بھی نہیں ہوتی۔ یہ ہر وہ شخص جانتا ہے جو ان کے احوال سے واقف ہے۔ آپ اِس شیطانی بدعت پر غور کیجئے۔ جس نے اُمّتِ مُسلمہ کو تشتّت و تفرّق میں مُبتلا کر دیا ہے اور اسے مخالف اور متحارب فرقوں اور گروہوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ اگر تقلید اور اُس پر مبنی مذاہبِ مُبتدعہ نہ ہوتے اور مسلمانوں کا صِرف ایک فرقہ ہوتا۔ اور ساتھ ساتھ مُسلمان ایک ملت ایک نبیؐ اور ایک کتاب کی عملی تصویر ہوتے تو تقلید کے عدمِ جواز کے لئے یہی کافی تھا۔ کیونکہ رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے تفرقہ سے منع فرمایا ہے اور اتحاد و اجتماع کی تلقین کی ہے اور دین میں تفرقہ پیدا کرنے والوں کی سخت مُذمّت فرمائی۔ یہاں تک کہ آپؐ نے تلاوت قرآن کے متعلق فرمایا (حالانکہ تلاوتِ قرآن بہت بڑی نیکی ہے۔ کہ جب وہ آپس میں اختلاف کریں گے تو قرآن کو چھوڑ دیں گے۔ صرف اسی وقت تک قرآن پڑھتے رہیں گے جب تک کہ اُن میں اِتحاد و اتفاق ہے۔ اسی طرح قرآن مجید میں بہت سے مقامات پر تفرقہ و اختلاف کی سخت مذمّت آئی ہے۔ تب کسی عالم کے لئے کیسے جائز ہے کہ وہ تقلید کے جواز پر فتویٰ دے جو اہلِ اسلام میں تشتّت و انتشار کی جڑ ہے۔ اور وہ آپس میں قرابت و رشتہ داری کے باوجُود ایک دُوسرے سے قطعِ تعلق رکھتے ہیں۔

مُقلّدین کی بارھویں دلیل؛

مقلّدین اور بعض دیگر لوگ جو اگرچہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ تقلید نہیں کرتے، تقلید کے جواز پر اجماع سے استدلال

کرتے ہیں۔

جواب : علم شریعت میں جس کے قدم راسخ ہیں۔ وہ ایسا بے بنیاد دعویٰ نہیں کرسکتا۔ بلکہ جو آئمہ اربعہ کے اقوال کی معرفت رکھتا ہے۔ اس سے بھی یہ دعویٰ صادر نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ ان سے نہایت صحت کے ساتھ ثابت ہے کہ وہ تقلید سے منع فرمایا کرتے تھے۔

علامہ ابن عبدالبرؒ اندلسی فرماتے ہیں کہ فسادِ تقلید کے بارے میں ہر زمانے کے آئمہ دین میں کوئی اختلاف نہیں۔ علامہ موصوف نے اپنی کتاب میں اہلِ تقلید، التزامِ تقلید اور جوازِ تقلید کے رد میں ایک طویل فصل تحریر کی ہے۔ رقمطراز ہیں :۔

تقلید کے قائل سے سوال کیا جائے۔ "آپ نے مسلکِ تقلید اختیار کرکے سَلف کی مخالفت کیوں کی کیونکہ انہوں نے تو کسی کی تقلید نہیں کی؟ اگر وہ یہ جواب دے کہ میں تو محض اس لئے تقلید کرتا ہوں کہ مجھے کتاب سنت کا کوئی علم نہیں چونکہ میں جس کی تقلید کرتا ہوں وہ کتاب و سنت کا علم رکھتا ہے۔ اس لئے میں اس شخص کی تقلید کرتا ہوں۔ جو مجھ سے زیادہ علم رکھتا ہے" تب اس سے کہا جائے کہ رہا علماء کا کتاب و سنت کی کسی تعبیر پر متفق ہونا یا کسی اجتہادی رائے پر اتفاق کرنا تو بلاشبہ یہ حق ہے لیکن اگر کسی ایسے مسئلہ میں وہ اختلاف رکھتے ہوں۔ جس میں آپ کسی کی تقلید کرتے ہیں۔ تو پھر باقی کو چھوڑ کر کسی ایک کی تقلید کرنے پر آپ کے پاس کیا دلیل ہے۔" کیونکہ وہ سب عالم ہیں ممکن ہے جس کے قول کو آپ نے ترک کیا ہے اس سے زیادہ عالم ہو جس کے قول کو آپ اختیار کرتے ہیں۔؟

اگر وہ یہ جواب دے کہ میں نے اس کے قول کو اس لئے اختیار کیا ہے کہ وہ صواب ہے۔

اس سے پوچھا جائے کہ کیا یہ چیز آپ کو کتاب و سنت اور اجماع سے

معلوم ہوتی ہے۔؟

اگر وہ "ہاں" میں اس کا جواب دیتا ہے تو وہ خود ہی تقلید کا ابطال کرتا ہے اور اس سے اس دلیل کا مطالبہ بھی کیا جائے۔

اگر وہ کہے کہ میں تو صرف اس وجہ سے اس کی تقلید کرتا ہوں کہ وہ مجھ سے زیادہ عالم ہے۔

اس سے کہا جائے کہ "پھر آپ ہر اس شخص کی تقلید کیوں نہیں کرتے جو آپ سے زیادہ علم رکھتا ہے آپ دیکھتے ہیں کہ بہت سے لوگ آپ سے زیادہ علم رکھتے ہیں۔ اور تقلید کے لئے صرف اپنے امام کو کیوں مختص کرتے ہیں"

اگر وہ کہے کہ میں اپنے امام کی تقلید اس لئے کرتا ہوں کہ لوگوں میں وہ سب سے زیادہ عالم ہے۔ اس سے کہا جائے گا کہ تب تو آپ کا امام صحابہ کرام رضی سے بھی زیادہ عالم ہے۔ اور تقلید کی قباحت کیلئے یہی قول کافی ہے۔

علامہ ابن قیمؒ روایت کرتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ اور قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہما فرماتے ہیں "کسی شخص کو ہمارے قول کے مطابق فتویٰ دینا جائز نہیں جب تک اسے یہ معلوم نہ ہو کہ ہمارے قول کی دلیل کیا ہے"۔[1] منع تقلید پر یہ قول تصریح ہے۔ کیونکہ جو کوئی دلیل کو سمجھ لیتا ہے وہ مجتہد ہے۔ وہ دلیل کا مطالبہ کرتا ہے مقلد نہیں ہے اور مقلد وہ ہوتا ہے جو دلیل کا مطالبہ کئے بغیر کسی کے قول کو قبول کر لے۔

علامہ ابن عبدالبرؒ معن بن عیسیٰؒ کی سند سے روایت کرتے ہیں۔ کہ امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔

"میں بشر ہوں کبھی ٹھیک کہتا ہوں اور کبھی غلطی ہو جاتی ہے۔ میری رائے میں غور کر لیا کرو۔ جو کتاب و سنت کے موافق ہو اسے اختیار کر لیا کرو۔ اور جو اس کے موافق نہ ہو اسے ترک کر دیا کرو۔

[1] اعلام الموقعین : ۲ : ۲۳۹

آپ پر مخفی نہ ہوگا کہ یہ اِس بات کی تصریح ہے کہ امام مالکؒ نے اپنی تقلید سے منع فرمایا ہے۔ کیونکہ اُن کی اِس رائے پر عمل کرنا جو کتاب و سُنّت کے موافق ہو۔ در حقیقت کتاب و سُنّت پر عمل ہے اور یہ اِن کی طرف منسوب نہیں ہے کیونکہ امام مالک نے اپنے متبعین سے فرمایا ہے کہ وہ اُن کے ہر اس قول کو ترک کر دیں جو کتاب و سُنّت کے موافق نہ ہو۔ علّامہ سند بن عنان مالکیؒ علّامہ سحنونؒ کی کتاب "المدوّنہ" کی شرح میں جو "الام" کے نام سے مشہور ہے یوں رقم طراز ہے۔

"رہا تقلیدِ محض پر اقتصار تو اس پر کوئی مردِ رشید اظہارِ رضامندی نہیں کر سکتا۔" وہ یہ بھی کہتے ہیں۔

"مقلد نہ بصیرت رکھتا ہے اور نہ وہ علم سے موصوف ہوتا ہے کیونکہ اہلِ علم کا اتفاق ہے کہ تقلید علم کا راستہ نہیں۔ ہم اس کے دلائل بیان کرتے ہیں چنانچہ اللہ تعالٰے کا ارشاد ہے۔

فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ۔ (صٓ - ۲۶)

لوگوں کے مابین حق کے ساتھ فیصلہ کرو۔

فرمایا:-

بِمَا أَرَاكَ اللهُ۔ (النساء - ۱۰۵)

اُس کے مُطابق جو اللہ تعالٰی نے تجھے دِکھایا ہے۔

اللہ تعالٰے نے فرمایا:-

وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ (بنی اسرائیل - ۳۶)

کِسی ایسی چیز کے پیچھے نہ لگ جس کا تجھے علم نہ ہو۔

فرمایا:-

وَأَنْ تَقُولُوا عَلَى اللهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ (البقرۃ - ۱۶۹)

اور تم اللہ سے وہ بات منسوب نہ کرو جو تم نہیں جانتے۔

اور ہم یہ چیز جانتے ہیں کہ علم معلوم کی معرفت کا نام ہے۔ ہم اہل تقلید سے کہیں گے کہ جب اختلافِ آراء کی بھرمار ہو تو آپ کو دُوسرے علماء کے مُقابلے میں اپنے امام کے قول کی صحت اور ایک عمل کے مُقابلے میں دُوسرے عمل کی صحت کیسے معلوم ہوگی؟ وہ جو جواب دیں گے اُن کے اپنے ہی قول کا نقیض ہوگا۔ خاص طور پر یہ چیز اُن کے سامنے اُن کے امام کے بارے میں یا کسی ایسے فعل کے بارے میں جو بعض آئمہ صحابہؓ کے فعل کے مخالف ہو۔"

فرماتے ہیں "تقلید بغیر دلیل و برہان کسی کا قول قبول کرنے کا نام ہے۔ اسے علم کیسے حاصل ہو سکتا ہے جس پر کوئی قطعی دلیل نہ ہو۔ نیز تقلید فی نفسہ بدعت بھی ہے۔ کیونکہ ہم قطعی طور پر جانتے ہیں کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زمانے میں کسی معین شخص کے مذہب کی تقلید نہ تھی۔ وہ پیش آمدہ مسائل میں کتاب و سنت کی طرف رجوع کیا کرتے تھے اور کتاب و سنت کی دلیل کی عدم موجودگی میں بحث و تمحیص کے بعد کوئی رائے اختیار کرتے تھے۔ تابعین (رضی اللہ عنہم) بھی ہمیشہ کتاب و سنت کی طرف رجوع کرتے تھے۔ اور اگر وہ کتاب و سنت میں کوئی دلیل نہ پاتے تو صحابہ کرام کے اجماع سے استناد کرتے تھے اور اگر وہاں بھی اس کا حل نہ ملتا تو اجتہاد کرتے اور جس کسی صحابی کی رائے کو قرآن و سنت کے قریب سمجھتے اسے اختیار کر لیتے پھر امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل (رضی اللہ عنہم) کا زمانہ آیا امام ابو حنیفہ کا سن وفات ۱۵۰ھ ہے۔ امام مالک کا سن وفات ۱۷۹ھ ہے جس سال امام ابو حنیفہ کی وفات ہوئی اسی سال امام شافعی متولد ہوئے۔ امام احمد بن حنبل کا سن تولد ۱۶۴ھ ہے۔ یہ سب بزرگ صحابہ و تابعین کی منہاج پر گامزن تھے۔ ان کے زمانے میں کسی معین شخص کے مذہب کی درس و تدریس نہیں ہوتی تھی۔ اس کے بعد قریبی زمانے ہی میں لوگوں نے کسی معین شخص کے مذہب کی درس و تدریس اور اس کی تقلید کی بدعت جاری کی۔ امام مالکؒ

اور اُن کے ہمعصر آئمہ کے کتنے ہی اقوال ہیں جن سے اُن کے تلامذہ نے اختلاف کیا۔ اگر ہم اُن کے اختلافات کو نقل کرنا شروع کر دیں تو ہم اِس کتاب میں اپنے اصل مقصد سے دُور ہٹ جائیں گے۔ وہ سب حضرات اجتہاد کی صلاحیت سے بہرہ ور تھے اور قرآن و سُنّت سے استنباط کرنے کی قدرت رکھتے تھے گویا اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قول "خیر القرون قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم" کی تصدیق کر دی تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مبارک زمانے کے بعد دو اور مبارک زمانوں کا ذکر فرمایا ہے۔ یہ حدیث صحیح بخاری میں ہے۔

اہلِ تقلید پر تعجب ہوتا ہے کہ وہ کیسے کہہ دیتے ہیں کہ مسلکِ تقلید تو امرِ قدیم ہے اور ہم نے شیوخ کو بھی تقلید ہی کے مسلک پر پایا ہے۔ حالانکہ یہ بدعت تو اِن بہترین زمانوں کے گزرنے کے بعد جن کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدح و ثنا فرمائی ہے۔ تیسری صدی ہجری میں وجود میں آئی ہے۔"

"المدونہ" کی شرح کے اِس طویل اقتباس کے بعد آپ کو معلوم ہو گیا کہ تقلید کی بدعت قرونِ ثلاثہ (مشہود بالخیر) کے بعد ایجاد ہوئی ہے۔ اور آئمہ اربعہ کے مذاہب کی تقلید بھی آئمہ اربعہ کے عصر کے بعد شروع ہوئی، آئمہ اربعہ خود بھی ترکِ تقلید اور اس کے عدمِ اعتبار میں صحابہ و تابعین کے مسلک پر گامزن تھے۔ آئمہ مجتہدین نے کسی مذہب کی تقلید کی اجازت نہیں دی بلکہ مقلّد عوام نے خود ہی اِن مذاہب کی تقلید کو رائج کر دیا۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے تواتر کے ساتھ ہوتی ہے کہ ہارون الرشید نے جب اُن سے کہا کہ وہ لوگوں کو اُن کے مذہب کا پابند کرنے کا ارادہ رکھتا ہے تو اُنہوں نے ہارون الرشید کو اس سے منع کر دیا تھا۔ یہ واقعہ امام مالک کی سیرت کی ہر کتاب میں موجود ہے۔ بہت کم کتبِ تراجم اس واقعہ سے خالی ہوں گی۔

تقلید پر نام نہاد اجماع کی حقیقت

جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ مسلکِ تقلید کی بدعت اور ان مذاہب کو رائج کرنے والے مقلد عوام ہیں۔ تو آپ کو یہ بھی معلوم ہے کہ یہ اصول ثابت شدہ ہے کہ اجماع میں مقلد کی رائے کا اعتبار نہیں کیا جاتا۔ اجماع میں صرف اہل اجتہاد کی رائے معتبر ہے۔ اور علمائے مجتہدین میں سے کسی نے بھی تقلید کی اجازت نہیں دی۔ بدعت تقلید کے رواج سے قبل تو ظاہر ہی ہے۔ اور اس کے رواج کے بعد بھی ہم نے کسی مجتہد کے متعلق یہ نہیں سنا کہ اس نے ان مقلدین کی تفرقہ بازیوں کو درست کہا ہو۔ جنہوں نے مسلمانوں کو اختلافات اور تفرق و تشتت میں مبتلا کر دیا ہے۔ بلکہ اکابر علما بھی یا تو تقلید پر نکیر کرتے ہیں۔ یا وہ کسی ضرر کے خوف سے یا کسی مالی منفعت کے لالچ میں تقلید کے بارے میں سکوت اختیار کرتے ہیں۔ خاص طور پر علمائے سوء کا تو وتیرہ ہی یہ ہے۔ ہر عقل مند شخص جانتا ہے کہ اگر تمام بلادِ اسلامیہ میں کسی جگہ کوئی مجتہد عالم اس بات کی تصریح کر دیتا ہے کہ تقلید محدثات اور بدعات کے زمرے میں آتی ہے اور اس کا اعتبار اور اس پر استمرار جائز نہیں تو تمام لوگ نہ سہی مگر ان کی جاہل اکثریت اس کے خلاف ضرور اٹھ کھڑی ہوتی ہے۔ ان میں سے کسی جاہل یا کسی جابر و جاہل حاکم کے ہاتھوں قتل ہونے سے بچ جاتا ہے تو لوگ اس کی توہین کرتے ہیں اور اس کی جان و مال کے درپے ہو جاتے ہیں اور اس کو نقصان پہنچانے سے باز نہیں آتے۔ اس قسم کا سلوک تو اس سے کمتر لوگوں کے ساتھ روا رکھنا بھی جائز نہیں۔ چونکہ علم شریعت کے بارے میں تمام جہلاء کی طبائع تقریباً ایک سی ہوتی ہیں اور وہ کسی عالم کی بات کو قبول کرنے کی نسبت اپنے ہم جنس جاہل کی بات کو زیادہ قبول کرتے ہیں۔ اس لئے یہ بدعت تمام بلادِ اسلامیہ میں پھیل گئی اور ہر جاہل مسلمان نے اسے اختیار کر لیا اور سمجھ بیٹھا ہے کہ دین یہی ہے،

اور قیامت تک کے لئے یہی رہے گا۔ اسے معروف و منکر کا علم نہیں یہی حال
ان علماء کا ہے جو علم تقلید سے شغل رکھتے ہیں۔ یہ بھی ان جہلا کی مانند ہیں۔ بلکہ
اُن کی حالت ان جاہل مسلمانوں سے بھی ابتر ہے کیونکہ یہ اپنی جہالت اور بدعت
پر اصرار کے مرتکب ہیں اور بدعت کو اُن جہلا کے سامنے خوبصورت اور اچھی
چیز بنا کر پیش کرتے ہیں۔ جس کی وجہ سے یہ جہلاء کتاب و سنت کی معرفت
رکھنے والے علمائے محققین سے عداوت رکھتے ہیں اور اُن پر بدعات، آئمہ
کرام کی مخالفت اور اُن کی تنقیص کا الزام لگاتے ہیں۔ اہلِ اقتدار ان جہلا
کی باتیں سنتے ہیں اور اُن کی باتوں کو مان لیتے ہیں کیونکہ جہالت میں یہ بھی
عوام ہی کے ہم جنس ہیں۔ اگرچہ وہ کچھ مسائل بھی جانتے ہیں جن میں وہ
دوسروں کی تقلید کرتے ہیں مگر انہیں یہ معلوم نہیں ہوتا کہ یہ حق ہے یا باطل،
خصوصاً قاضی اور مفتی۔ عوام علماء کو اس نظر سے نہیں دیکھتے کہ ان میں
حقیقی عالم کون ہے اور نام نہاد عالم کون ہے۔ کامل کون ہے اور ناقص
کون۔ کیونکہ اہلِ فضیلت کی فضیلت کا اعتراف اہلِ فضیلت ہی کرتے ہیں۔
رہے جہلاء تو وہ علم کو اعلیٰ مناصب اہلِ اقتدار کے ہاں عزت و جاہ، اہلِ مدرسہ
کے اجتماع اور دو متخاصم اور متحارب گروہوں کے مابین فتویٰ بازی کے
حوالے سے پرکھتے ہیں یہ وہ امور ہیں جو غالب طور پر اہلِ تقلید کے بڑے
بڑے علماء کی وجہ سے قائم ہیں۔ اسے ہر وہ شخص جانتا ہے جو قدیم اور جدید
زمانے کے لوگوں کے احوال کو اچھی طرح سمجھتے ہیں۔ یہ تمام امور انسان کے
مشاہدہ میں آتے ہیں اور تاریخ کی کتابوں میں وہ اس کا مطالعہ کر سکتا ہے
رہے علماءِ محققین اور اہلِ اجتہاد تو وہ عام طور پر گمنام رہتے ہیں کیونکہ ان میں
اور اُن کی کم ہمت جہلا میں بہت تفاوت پایا جاتا ہے۔ یہ کم ہمت نام نہاد
علما اپنے منصب کے کنویں سے باہر نہیں نکل سکتے۔ اور علمائے محققین کو
تقلید میں رغبت نہیں ہوتی۔ بے وقوف کے پاس عقل مند کی وہی قدر و

منزلت ہوتی ہے جو عقلمند کے پاس بے وقوف کی ہوتی ہے، یہ اُس سے دُور بھاگتا ہے اور وہ اس سے دور رہتا ہے۔ یہ نام نہاد علماء صرف اس وجہ سے ان علمائے محققین سے دُور بھاگتے ہیں کہ وہ تقلید میں ذرا بھر رغبت نہیں رکھتے، اور تقلید ان علماء فقہاء اور مفتیوں کا راس المال ہے۔ بلکہ ان مقلدین کے نزدیک علومِ اجتہاد[1] علومِ نافعہ میں شمار نہیں ہوتے، اُن کے نزدیک علومِ نافعہ وہ ہیں جن کی وجہ سے درس گاہوں میں ان کو مشاہرے ملتے ہیں۔ فتووں کی اُجرت ملتی ہے اور قضاء کے عہدوں پر بڑی بڑی تنخواہیں ملتی ہیں، مگر اس کے باوجود ان میں سے جو علومِ تقلید پڑھانے کے لئے مسندِ تدریس پر متمکن ہے، جب کسی مسجد یا مدرسہ میں درس دیتا ہے تو اُس کے ایسے شاگرد سینکڑوں سے

---

[1] امام شوکانی نے اس کتاب میں متعدد مقامات پر علومِ اجتہاد کا ذکر کیا ہے۔ علومِ اجتہاد سے مراد وہ علوم ہیں جن میں ملکہ اور ماہرانہ بصیرت حاصل کئے بغیر کوئی شخص اجتہاد کا اہل نہیں بن سکتا۔ امام شوکانیؒ نے اپنی کتاب "ارشاد الفحول" میں ان کا علوم تفصیلی جائزہ لیا ہے۔ ہم یہاں نہایت مختصر طور پر اُن کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ اہلِ علم نے اجتہاد کی اہلیت کے لئے مندرجہ ذیل علوم کے حصول کو ضروری قرار دیا ہے۔

اوّل: قرآن و سنت کی نصوص کا کامل علم

ثانی: مسائل اجماع کا علم۔

ثالث: عربی زبان کا کامل فہم۔

رابع: اصولِ فقہ کا علم۔

خامس: ناسخ و منسوخ کا علم (ارشاد الفحول ص۲۵۰ تا ص۲۵۲)

علامہ شاطبیؒ نے "الموافقات" میں اجتہاد کی اہلیت کے لئے ایک اور چیز کو بھی ضروری قرار دیا ہے اور وہ ہے "مقاصدِ شریعت کا کامل فہم" (الموافقات: ۴: ۱۰۵) ہم سمجھتے ہیں کہ صاحبِ بصیرت کو ان مذکورہ علومِ خمسہ سے ممارست سے ہی مقاصدِ شریعت کا فہم حاصل ہوتا ہے۔

تجاوز کر جاتے ہیں جو قضاء اور فتویٰ دینے کے لائق ہوتے ہیں وہ دُنیاوی ریاست و جاہ کے حصُول کے خواہشمند ہوتے ہیں یا اپنے آباء و اجداد کی ریاست وجاہ اور مناصب کو باقی رکھنے اور اُن کو محفوظ رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس مقصد کے لئے بڑے قیمتی لباس اور بڑے بڑے عمامے پہنتے ہیں۔ جب کوئی عام آدمی، بادشاہ یا بادشاہ کے اعوان و انصار اتنے بڑے حلقۂ درس، قیمتی لباس اور بڑی بڑی ضخیم کتابوں کو دیکھتے ہیں تو انہیں اِس میں ذرہ بھر شک نہیں رہتا۔ کہ شیخ حلقہ بہت بڑا علّامہ ہے۔ اِسی لئے دین کے بارے میں اس کی ہر بات تسلیم کر لیتے ہیں۔ اور اسے ہر مشکل کا حل سمجھ لیتے ہیں۔ قیام شریعت کے ضمن میں اس سے بڑی اُمیدیں وابستہ کر لیتے ہیں۔ ایسی اُمیدیں وہ کتاب و سنّت کے حقیقی عالم اور اُن تمام علوم کے ماہر سے بھی وابستہ نہیں کرتے جن پر معلّمین کا فہم موقوف ہوتا ہے۔ علم میں حقیقی مہارت رکھنے والے علماء جب اجتہاد کا درس دیتے ہیں۔ تو گمنامی کے پردوں میں چھُپ جاتے ہیں اور اُن کے حلقۂ درس میں ایک دو سے زیادہ آدمی نہیں ہوتے۔ اِس رُتبہ پر پہنچنے والے طلبہ جو علم اجتہاد کے حصُول میں بہت مستعد ہوتے ہیں۔ چند ایک ہوتے ہیں۔ کیونکہ عِلم اجتہاد میں رغبت صِرف وہی رکھتا ہے جس کی نیّت بالکل خالص ہوتی ہے جو صِرف اللہ تعالیٰ کے لئے عِلم حاصِل کرتا ہے اور دُنیاوی مناصب سے دُور بھاگتا ہے، جو اپنے نفس کو قناعت و زہد کی عادت ڈالتا ہے۔ دُنیاداروں کی نظر میں ایسے حقیقی عالم کی جو مسجد کے کسی گوشے میں ایک دو شاگردوں کو درس دیتا ہے اس مقلد کے مقابلے میں کیا وُقعت جس کے حلقۂ درس میں مقلدوں کا ہجوم ہوتا ہے؟ وہ تو اسے اس مقلد کے کسی شاگرد کی مانند سمجھتے ہیں بلکہ اس سے بھی کمتر۔ کیونکہ اُنہوں نے تو "علماء" کے ان اوصاف کا مشاہدہ کیا ہوتا ہے۔ جن کا ہم نے ابھی ذکر کیا ہے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ وہ صِرف ان فتووں اور دستاویزوں کو تسلیم کرتے ہیں جو اِن مقلدین کے ہاتھ سے صادر ہوتے

ہیں اور اُن کی طرف منسوب ہوتے ہیں۔ اور ان کی نظر میں ان مُقلّدین کی تعظیم اور بڑھ جاتی ہے اور ہر مقام پر ان مُقلّدین کو اجتہاد کے اہل علماء پر ترجیح دیتے ہیں۔ اور جب کوئی مجتہد عالم کوئی ایسی بات کرتا ہے جو ان مقلّدین کے اعتقادات کے خلاف ہوتی ہے تو وہ اس کے خلاف جہالت پر اُتر آتے ہیں۔ دُنیادار اور اصحابِ اقتدار ان مقلّدین کی پُشت کرتے ہیں۔ اور اگر وہ اُن کو جانی یا مالی نقصان پہنچانے کی قُدرت رکھتے ہوں تو ایسا کرنے سے بھی گریز نہیں کرتے۔ اور اس پر وہ اپنے ہم جنس مقلّدین، عوام میں شکریے کے مستحق سمجھے جاتے ہیں۔ کیونکہ اُنہوں نے ان کے زعم کے مُطابق نصرتِ دین آئمہ متبوعین اور اُن کے مذاہب کی حمایت کا حق ادا کر دیا ہے۔ اپنے ان افعال کی وجہ سے جو سراسر جہالت و ضلالت پر مبنی ہیں۔ انہیں بے حد عزّت و وقار حاصل ہوتا ہے۔

وہ محقق عالم جو ہمیشہ حق کہتا ہے اُن کے شر اور ضرر سے بچ نہیں سکتا اس کی عزّت اُن کے سبّ و شتم اور الزامِ بدعت و ضلالت کی نشانہ بنتی ہے۔ پھر کون ہے جو تقلید کی بدعت پر تنقید کر سکے اور لوگوں میں اسکی قباحتوں کا ابطال کر سکے اور پھر اُس کے ساتھ ساتھ دُنیا بہت پُرکشش ہوتی ہے اور قلوب ہر حال میں حُبِّ شرف اور حُبِّ مال کی طرف بہت مائل ہوتے ہیں۔ آپ خود ہی انصاف کی نظر سے دیکھیں کہ ان حالات میں اور ان اُمور کے ہوتے ہوئے عُلمائے اہلِ اجتہاد کے سکُوت پر بدعت کی موافقت کا اطلاق کیا جا سکتا ہے؟ ہر گز نہیں! یہ موافقت و رضامندی کا سکُوت نہیں۔ بلکہ تقیہ کا سکُوت ہے۔ مگر بظاہر اس سکُوت کے باوجود تقلید کے خلاف بیان کو ترک نہیں کرتے۔ کبھی کبھی تو وہ اپنی تصنیفات میں اُن کی تصریح کر دیتے ہیں، اور کبھی کبھی اُن کی تحریروں میں تقلید کی مُخالفت صاف جھلکتی ہے۔ بہت سے علماء تقلید کی مخالفت کو چھپاتے ہیں اور اپنی موت کے بعد تحریمِ تقلید کی تصریح

کرتے ہیں۔ چنانچہ ادفوی اپنے اُستاذ امام ابن دقیق عید رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنی موت کے قریب ایک کاغذ مانگا۔ اور اس پر وصیت لکھ کر اپنے تکیئے کے نیچے رکھ لی۔ امام ابن دقیقؒ کی وفات کے بعد جب لوگوں نے یہ وصیت پڑھی تو یہ تقلید کی حرمتِ مطلق کے بارے میں تھی۔ بایں ہمہ بعض اہل علم دُوسرے قابلِ اعتماد علماء کے سامنے حرمتِ تقلید کے متعلق اپنے خیالات واضح کر دیتے ہیں اور یہ تصریح نسل در نسل اور ایک طبقہ سے دُوسرے طبقہ میں منتقل ہوتی ہوئی سلف سے خلف تک پہنچ جاتی ہے۔ علماء کاملین ناقصین کے سامنے بیان کر دیتے ہیں۔ اگر اس مسئلہ میں اہلِ تقلید حقیقت سے محجوب ہیں تو دُوسرے اہلِ علم تو محجوب نہیں۔ خود ہم نے اپنے زمانے میں اپنے اساتذہ کو دیکھا ہے کہ وہ علومِ اجتہاد میں مہارت رکھتے ہیں۔ مگر ان میں سے کسی ایک کو بھی نہیں پایا کہ تقلید کو صحیح کہتا ہو۔ ان میں سے بعض تو نہایت صراحت کے ساتھ تقلید کا انکار کر دیتے ہیں[1]۔ اگرچہ بہت سے مسائل میں اہلِ تقلید اور اُن علماء کے درمیان کشمکش شروع ہو جاتی ہے اور ان کو محن و ابتلا کا سامنا کرنا پڑتا ہے جس میں اُن کے لئے بہت بڑا اجر ہے۔ ہر زمانے اور ہر ملک میں علمائے حق کو انہی حالات کا سامنا کرنا پڑا ہے۔

بالجملہ یہ ایک ایسا معاملہ ہے جس کا مشاہدہ ہر شخص اپنے اپنے زمانے میں کرتا ہے اور ہم نے بلادِ اسلامیہ میں سے کسی شہر کے متعلق یہ نہیں سُنا کہ وہاں کے باشندے تقلید چھوڑ کر قرآن و سنت کی اتباع پر مجتمع ہیں ان میں سے جو لوگ علم سے نسبت رکھتے ہیں ان پر یا تو وہ مذہب غالب ہوتا ہے جس کے وہ مقلد ہیں اور محققین ایسے لوگوں کو اہلِ علم میں شمار نہیں کرتے یا وہ صرف چند علومِ اجتہاد میں ماہر ہونے کی وجہ سے اجتہاد کی اہلیت سے محروم ہوتے ہیں اور اختیاری

---

[1] علامہ محمد بن اسماعیل صنعانی المتوفی ۱۱۸۲ھ اور علامہ عبدالقادر بن احمد المتوفی ۱۲۰۷ھ (جو امام شوکانیؒ کے اُستاد تھے) کو مثال کے طور پر پیش کیا جا سکتا ہے۔

طور پر نہیں بلکہ مجبوراً دائرۂ تقلید سے باہر نہیں سکتے۔ یا وہ تمام علومِ اجتہاد کے عالم اور ماہر ہیں۔ یہی وہ علماء ہیں۔ جن پر واجب ہے کہ وہ کلمۂ حق کہیں اور راہِ حق میں کسی ملامت کی پروا نہ کریں، اِلّا یہ کوئی شرعی عذر ہو۔ رہا وہ شخص جو علم سے نسبت نہیں رکھتا وہ محض عوام میں شمار ہوتا ہے جو تقلید وغیرہ کچھ نہیں جانتا وہ صرف اسلام سے نسبت رکھتا ہے وہ نماز اور دیگر عبادات اور معاملات وغیرہ میں وہی کچھ کرتا ہے جو اس کے شہر کے دوسرے مسلمان کرتے ہیں وہ اس تعصب سے پاک ہوتا ہے۔ جو دوسرے مقلدین کا وتیرہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اہلِ علم کو اس کے شر سے محفوظ رکھتا ہے۔ ایسے شخص کے دل میں کوئی ایسی چیز نہیں ہوتی جو اس کو تعصب پر ابھار سکے۔ البتہ بعض شیطان صفت مقلدین اس کو علمائے اجتہاد کے خلاف بھڑکا دیتے ہیں اور وہ ان علماء کے خلاف جہالت پر اتر آتا ہے۔ جس کی وجہ سے وہ دُنیا و آخرت میں ہلاکت کے گڑھے میں جا گرتا ہے۔

یا وہ متذکرۃ الصدر طبقہ کی سطح سے تھوڑا سا بلند ہوتے ہیں وہ اگرچہ حصولِ علم سے تو شغل نہیں رکھتے مگر وہ اپنی عبادات و معاملات کے بارے میں اہلِ علم سے پوچھتے رہتے ہیں اور انہیں صحیح اور غلط کی قدرے تمیز بھی ہوتی ہے یہ لوگ جس عالم سے مسائل پوچھتے ہیں اسی کی اتباع کرتے ہیں۔ اگر وہ کسی مقلد سے مسائل میں استفسار کرتے ہیں تو صرف تقلید کو حق سمجھتے ہیں اور اگر کسی مجتہد سے استفسار کرتے ہیں تو وہ صرف اسے حق سمجھتے ہیں جس کی طرف وہ مجتہد راہ نمائی کرتا ہے۔ اور وہ ان دونوں گروہوں میں سے صرف اسی کے ساتھ ہوتے ہیں۔ جس کے نظریات اس پر غالب آجاتے ہیں۔

یا وہ ایسے لوگ ہیں جو مقلدین کے علوم کی تحصیل میں مشغول ہوتے ہیں۔ ان کو حفظ کرنے اور ان کو سمجھنے میں مصروف رہتے ہیں اور وہ کسی دوسری طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھتے اور ادھر ادھر التفات نہیں کرتے۔ ان میں

علمائے اجتہاد کے خلاف کوٹ کوٹ کر تعصب بھرا ہوتا ہے۔ وہ ان علماء کو تکلیف پہنچانے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے۔ وہ عوام کو اس غلط فہمی میں مبتلا رکھتے ہیں۔ کہ یہ علماء امام مذہب کے سخت مخالف ہیں۔ جس کے عظیم تصور کے لیے ان کے اذہان بہت تنگ اور ان کے قلوب اس امام کی ہیبت سے لبریز ہوتے ہیں۔ جو ان کے نزدیک اس درجے پر پہنچ چکا ہوتا ہے کہ اس کے بعد آنے والوں کا اس درجے پر پہنچنا تو بہت دور کی بات ہے صحابہ کرامؓ بھی اس درجے پر

نہیں پہنچ سکے۔ اگرچہ وہ لوگ صراحتاً اس کا اظہار نہیں کرتے تاہم اپنے دلوں میں اس بات کو ضرور چھپاتے ہیں۔ اگرچہ یہ چیز نطق زبان پر نہیں آتی۔ مگر اپنے امام کے بارے میں اس اعتقاد نے ضرور جڑ پکڑلی ہے کہ جب ان کے پاس یہ خبر پہنچتی ہے کہ علمائے اجتہاد میں سے کسی نے کسی مسئلہ میں اس امام سے اختلاف کیا ہے تو جیسے اس نے کسی سخت قبیح امر کا ارتکاب کیا ہے اور جیسے اس نے ان مقلدین کے نزدیک کسی نص قطعی کی مخالفت کی ہے۔ جیسے اس سے کوئی ایسی خطا ہوگئی ہے جس کا کفارہ ادا کرنا ممکن نہیں۔ اگر وہ اپنے مسلک اور موقف پر آیاتِ قرآنی اور احادیثِ متواترہ سے استدلال کرتا ہے تو یہ مقلدین اس کے استدلال کو قبول نہیں کرتے۔ وہ اس دلیل کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتے۔ اور اس مخالفت کی وجہ سے اس طرح عیب گیری کرتے ہیں کہ اتنی عیب گیری وہ فساق و فجار مشہور اہل بدعت مثلاً خوارج اور روافض میں بھی نہیں کرتے۔ وہ اس کے ساتھ اس قدر بغض رکھتے ہیں کہ اتنا بغض وہ یہود و نصاریٰ سے بھی نہیں رکھتے۔ جو کوئی اس حقیقت کا انکار کرتا ہے۔ وہ دراصل ان لوگوں کے احوال سے واقف نہیں۔

بالجملہ صاحب اجتہاد ان مقلدین کے نزدیک ضال او مضل ہے اس کے علاوہ اس کا کوئی جرم نہیں کہ کتاب اللہ اور سنتِ رسول صلی اللہ علیہ

وسلم پر عمل کرتا ہے۔ اور وہ اس مذہب پر آئمہ اسلام کی پیروی کرتا ہے کہ ہر عالم پر خواہ وہ کوئی ہو واجب ہے کہ وہ کتاب وسنت کو مقدم رکھے۔

حرمتِ تقلید پر آئمہ اربعہ کی تصریحات

امام ابو حنیفہؒ

حرمتِ تقلید پر آئمہ اربعہ رحمۃ اللہ علیہم نے بھی تصریح کی ہے۔ یہ بات ان آئمہ کرام سے متعدد طریقوں سے ثابت ہے۔ صاحبِ "ہدایہ" "روضۃ العلماء" میں رقم طراز ہیں کہ حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ اگر کتاب اللہ ان کی رائے کے خلاف ہو تب کیا کیا جائے جناب امام نے فرمایا کہ کتاب اللہ کے مقابلے میں اُن کے قول کو چھوڑ دیا جائے۔ ان سے کہا گیا کہ اگر سنّتِ رسولؐ اُن کے قول کی مخالفت کرتی ہو تو اُنہوں نے جواب دیا کہ سنّت کے مقابلے اُن کے قول کو ترک کر دیا جائے اُن سے سوال کیا گیا کہ اگر کسی صحابی کا قول اُن کے قول کے خلاف ہو اُنہوں نے جواب دیا کہ صحابی کے قول کے مقابلے میں بھی اُن کے قول کو چھوڑ دیا جائے امام ابو حنیفہؒ کا مندرجہ بالا قول اُن کے بہت سے اصحاب اور بعض دیگر لوگوں نے نقل کیا ہے۔

امام مالکؒ

اسی قسم کا مقالہ نور الدین سنہوریؒ نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے بھی نقل کیا ہے۔ ابن مدینیؒ اپنی کتاب "المنسک" میں ذکر کرتے ہیں۔ کہ معن بن عیسیٰؒ روایت کرتے ہیں کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ میں انسان ہوں میں کبھی صحیح ہوتا ہوں اور کبھی مجھ سے خطا ہو جاتی ہے اسلئے میری رائے میں اچھی طرح غور کر لیا کرو۔ جو کتاب وسنّت کے موافق ہو اُسے اختیار کر لیا کرو اور جو کتاب وسنّت کے موافق نہ ہو اُسے چھوڑ دیا کرو۔[1]

---

[1] علامہ شاطبیؒ نے اس قول کو "الاعتصام" میں نقل کیا ہے۔ جلد ۲ صفحہ ۳۴۶

اجہوریؒ اور خرشیؒ نے بھی "مختصر خلیل" کی شرحوں میں مندرجہ بالا قول کو نقل کرتے ہوئے اس کو تسلیم کیا ہے۔ نیز امام مالکؒ کے اصحاب میں سے ایک جماعت نے اور بعض دیگر علمائے کرام نے اس قول کو روایت کیا ہے۔

امام شافعیؒ

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے تو حرمت تقلید کی تصریح تو تواتر کے ساتھ ثابت ہے اور یہ چیز علمائے کاملین پر تو کیا ناقصین پر بھی مخفی نہیں۔ ان کے اکثر اصحاب نے اس قول کو نقل کیا ہے۔ ایک آدھ کے سوا اُن کے تمام سیرت نگاروں نے اس کی تصریح کو نقل کیا ہے۔

امام بیہقیؒ امام شافعیؒ کے شاگرد امام ربیعؒ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے امام شافعی سے سُنا ہے جناب امام نے کسی شخص کے سوال کے جواب فرمایا۔

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ اس طرح مروی ہے" سائل نے عرض کی "اے ابو عبد اللہ! آپ کی رائے بھی یہی ہے"؟ امام شافعی کانپ گئے اور اُن کا رنگ متغیر ہو گیا اور فرمانے لگے "تیرا بُرا ہو! کون سی زمین مجھے پناہ دے گی۔ اور کون سا آسمان مجھ پر سایہ کناں ہو گا۔ جب میرے سامنے رسول اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث روایت کی جائے اور میں اُس کے مطابق فتویٰ نہ دوں؟ ہاں! سر آنکھوں پر، ہاں! سر آنکھوں پر"۔

بیہقیؒ ہی روایت کرتے ہیں کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔

"اگر تم میری کتاب میں کوئی ایسی بات پاؤ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ کی سنت کے خلاف ہو تو میرے قول کو چھوڑ دو"۔

بیہقیؒ روایت کرتے ہیں کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا "جب ثقہ راویوں کا سلسلۂ اسناد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک جا پہنچے تو وہ حدیث صحیح اور ثابت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کو کبھی ترک

نہیں کرنا چاہتے اِلّا یہ کہ اس کی مخالف بھی آپ ہی کی کوئی حدیث ہی ہو۔
امام بیہقیؒ روایت کرتے ہیں کہ امام شافعیؒ نے ایک حدیث روایت کی
اس پر ایک شخص نے اُن سے پوچھا۔
"کیا آپ اس حدیث کو اختیار کرتے ہیں"؟ انہوں نے فرمایا۔
"جب میرے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح حدیث روایت کی جائے اور میں اُسے اختیار نہ کروں تو میں تمہیں گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میری عقل ماری گئی ہے"۔

علامہ ابن قیمؒ اپنی معرکۃ الآرا کتاب "اعلام الموقعین" میں ربیعؒ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ امام شافعی رحمۃ اللہ نے فرمایا کرتے تھے۔
"ہر وہ مسئلہ جس کے بارے میں میرے قول کے خلاف محدثین کے ہاں صحیح حدیث موجود ہے۔ میں اپنی زندگی میں اور موت کے بعد اس حدیث کی طرف رجوع کرتا ہوں"۔

ابن القیمؒ حرملہ بن یحییٰ کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ امام شافعیؒ نے فرمایا "وہ میرا قول نہیں جس کے خلاف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث موجود ہو۔ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح حدیث مل جائے تو اس کی اتباع اولیٰ ہے۔ اور میری تقلید نہ کرو"۔

"حمیدیؒ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے امام شافعیؒ سے کوئی مسئلہ پوچھا کہ جناب امام نے مسئلہ کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا ہے۔ اس شخص نے پوچھا" اے ابو عبداللہ! آپ کی بھی یہی رائے ہے"؟
امام شافعی نے فرمایا "کیا تو مجھے زنار پہنے ہوئے دیکھ رہا ہے یا کہ مجھے کنیسہ سے نکلتے ہوئے دیکھ رہا ہے جو میں کہتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ

لہ علامہ ابن قیمؒ نے بہت تفصیل سے امام شافعی کے اقوال نقل کئے ہیں ملاحظہ ہو۔ (اعلام الموقعین جلد ۲ ص ۲۶۲ تا ۲۷۱)

علیہ وسلم نے فرمایا اور تو مجھ سے کہتا ہے: کیا تیری بھی یہی رائے ہے"؟ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کروں اور اس کے مطابق فتوے نہ دوں؟

امام الحرمین علامہ جوینیؒ اپنی کتاب "النہایہ" میں رقم طراز ہیں کہ امام شافعیؒ نے فرمایا "جب میرے مذہب کے خلاف صحیح حدیث مل جائے تو اس کی پیروی کرو۔ اور جان لو کہ یہی میرا مذہب ہے"۔ اسی سے ملتی جلتی روایات علامہ خطیب بغدادیؒ نے اور علامہ ذہبیؒ نے "تاریخ الاسلام" اور "النبلاء" اور دیگر اہل علم نے نقل کی ہیں جن کا احاطہ مشکل ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ "توالی التاسیس" میں رقمطراز ہیں:

"امام شافعیؒ کا یہ قول بہت مشہور ہے کہ جب صحیح حدیث مل جائے تو وہی میرا مذہب ہے"۔[1]

علامہ سبکیؒ بیان کرتے ہیں کہ اس مسئلہ میں امام شافعی کی ایک تصنیف بھی ہے۔

امام احمد بن حنبلؒ

امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ آئمہ اربعہ میں سب سے زیادہ رائے سے نفرت کرنے والے رائے سے سب سے زیادہ دور اور سنت کا سب سے زیادہ التزام کرتے تھے۔ علامہ ابن القیمؒ اپنی تصنیفات بشمول "اعلام الموقعین" میں امام احمدؒ سے نہایت صراحت سے روایت کرتے ہیں کہ اصولی طور پر رائے پر عمل ہے ہی نہیں۔ علمائے حنابلہ میں سے علامہ ابن الجوزیؒ وغیرہ نے بھی اسی طرح نقل کیا ہے۔ جب وہ رائے سے روکتے ہیں اور اس سے نفرت کرتے ہیں تو ان کا قول بھی آئمہ ثلاثہ کے قول

---

[1] علامہ ابو اسحاق شاطبیؒ امام شافعیؒ کا یہ قول نقل کرتے ہیں: "جو حدیث میرا مذہب ہے میرا جو قول اس کے مخالف ہو اسے دیوار پر دے مارو۔" (الاعتصام ج ۱ ص ۲۴۲)

کے مطابق ہے جو اس پر دلالت کرتا ہے کہ حدیث صحیح ان کا مذہب ہے۔ امام احمدؒ اس پر مزید اضافہ یہ کرتے ہیں کہ آئمہ ثلاثہ تو رائے پر عمل کر لیتے ہیں اگر وہ نص کے مخالف نہ ہو۔ مگر وہ تو رائے ہی پر عمل کرنے سے روکتے ہیں۔ علامہ شعرانیؒ "المیزان" میں رقمطراز ہیں کہ آئمہ اربعہؒ کا قول ہے کہ جب صحیح حدیث مل جائے تو وہی ہمارا مذہب ہے اور کسی کے لئے قیاس اور حجت کی گنجائش نہیں رہتی۔

عمل بالحدیث درحقیقت آئمہ اربعہ کی موافقت ہے

جب یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ آئمہ اربعہ کا اپنی رائے کے مقابلے میں نص کو مقدم رکھنے پر اجماع ہے تو آپ کو معلوم ہو گیا کہ وہ عالم جو اہل مذاہب کے قول کو چھوڑ کر نص پر عمل کرتا ہے وہ درحقیقت آئمہ اربعہؒ کی موافقت کرتا ہے۔ اور رد وہ مقلد

قیاس اور رائے کے بارے میں امام احمد بن حنبلؒ کے مذہب کی یہ ترجمانی صحیح نہیں۔ کیونکہ امام موصوف قرآن و سنت کی نصوص، فتاوی صحابہؓ اور حدیث ضعیف کی عدم موجودگی کے وقت رائے اور قیاس پر عمل کر لیتے ہیں۔ ابن قیمؒ اعلام الموقعین میں قیاس کے بارے میں امام احمد کا مذہب نقل کرتے ہیں۔

"کسی مسئلہ میں جب امام احمد کے پاس نص یا قول صحابیؓ یا حدیث مرسل یا حدیث ضعیف نہیں ہوتی تو وہ پانچویں اصول کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ اور وہ ہے قیاس۔ وہ ضرورت کے وقت قیاس پر عمل کرتے ہیں۔ ہم امام احمد فرماتے ہیں میں نے امام شافعیؒ سے قیاس کے متعلق پوچھا تو انہوں نے جواب دیا کہ صرف ضرورت کے وقت قیاس پر عمل کیا جاتا ہے۔" (اعلام الموقعین ۱: ۳۲)

خود امام شوکانیؒ نے ارشاد الفحول میں ابن قدامہؒ کے حوالے سے امام احمدؒ کا یہ قول نقل کیا ہے "کوئی شخص قیاس سے مستغنی نہیں رہ سکتا" ص ۱۹۹

قیاس کی مخالفت میں امام احمد کا جو قول ملتا ہے قاضی ابو یعلیؒ نے اس کی یہ تاویل کی ہے کہ نص کی موجودگی میں قیاس فاسد الاعتبار ہے۔ ص ۲۰۰

جو اہلِ مذاہب کے قول کے مقابلے میں نصوص کو ترک کر دیتا ہے، وہ اللہ اور رسولؐ اپنے امام اور دیگر تمام علمائے اسلام کی مخالفت کرتا ہے۔

خدا کی قسم! اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حیا کرتے ہوئے مذکورہ بالا اقتباسات نوکِ قلم سے جاری ہوئے ہیں۔ یا للعجب! کیا ایک مومن کے لئے اللہ و رسول کے قول کو علمائے امت کے اقوال پر مقدم رکھنے کی خاطر ان اقتباسات سے تائید حاصل کرنے کی ضرورت ہے؟ یا للعجب! کون ایسا مومن ہو سکتا ہے جس پر یہ واضح حقیقت ملتبس ہو۔ اور آخر اسے ان علماء کے اقوال سے تائید حاصل کرنا پڑے کہ اللہ و رسولؐ کا قول ان کے اقوال پر مقدم ہے"۔ وہ اس اصول سے سب واقف ہیں کہ "ترجیح تعارض کی فرع ہے"۔ وہ کون ہے جس کا قول اللہ اور رسول کے قول سے متعارض ہو سکے۔ حتیٰ کہ ہمیں ترجیح و تقدیم کی طرف رجوع کرنا پڑے۔ سبحان اللہ یہ تو بہتانِ عظیم ہے۔ اللہ تعالیٰ ان مقلدین کو غارت کرے۔ جن کے غلو کو دیکھ کر آئمہ اربعہ رحمہم اللہ کو اپنے اقوال کے مقابلے میں اللہ اور رسول کے قول کو مقدم رکھنے کی تصریح کرنا پڑی۔ یہ غلو یہود و نصاریٰ کے اس غلو سے مشابہت رکھتا ہے جو وہ اپنے احبار و رہبان کے بارے میں رکھتے تھے۔ ان مقلدین نے ہمیں بھی ان اقتباسات کے نقل کرنے پر مجبور کیا۔ ورنہ یہ ایسی واضح حقیقت ہے جو کسی پر مشتبہ نہیں ہو سکتی۔ بفرضِ محال (معاذ اللہ) اگر علمائے اسلام میں سے کوئی عالم اپنے قول کو اللہ و رسول کے قول کی مانند قرار دیتا ہے تو اس کے قول کو اللہ و رسول کے قول پر مقدم رکھنا تو کجا وہ تو سرے سے ہی کافر اور مرتد ہے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ ان مذاہب نے اہلِ مذاہب کے ساتھ کیا کیا۔ لعلہا نہیں کہاں لے آئے۔ کاش! یہ بیوقوف اور محروم مقلدین عقل سے کام لے کر غور کریں۔ کیونکہ ان لوگوں نے علم میں فکر و تدبر ترک کر دیا اور اللہ و رسول کی واضح نصوص اور اپنے آئمہ مذاہب کے

اقوال کے مابین موازنہ کرنے لگے۔ انہوں نے تصور کر لیا کہ یہ آئمہ کرام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑے ہیں۔ ان مقلدین میں سے جس میں ذرہ بھر عقل باقی رہ گئی ہے کیا وہ سوچ سکتا ہے کہ یہ آئمہ متبوعین آپؐ کے سامنے کھڑے ہو کر آپؐ کے قول کو رد کر سکتے ہیں یا آپؐ کے قول کی مخالفت کر سکتے ہیں ہرگز نہیں! آئمہ کرام میں سب سے زیادہ تقویٰ اور سب سے زیادہ خشیت الٰہی ہے۔ اکابر صحابہ کرامؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور ہیبت کی وجہ سے بہت سے حوادث میں آپؐ سے سوال نہیں کر سکتے تھے انہیں یہ بات اچھی لگتی تھی کہ اہل بادیہ میں سے عقل مند شخص حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر کوئی سوال کرے تاکہ وہ اس کے سوال سے استفادہ کر سکیں جیسا کہ صحیح احادیث میں ثابت ہے۔ صحابہ کرام رسول اللہ رضوان اللہ علیہم اجمعین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس طرح مؤدب ہو کر بیٹھتے تھے گویا کہ ان کے سروں پر پرندے ہیں۔ اپنی نظروں کو جھکا کر رکھتے تھے۔ اور عزت و احترام کی وجہ سے اٹھا کر آپؐ کی طرف نہیں دیکھتے تھے۔ وہ اپنے آپ کو اس قدر حقیر اور کمتر سمجھتے تھے کہ وہ حضورؐ کی آراء کے ساتھ اپنی آراء کے تعارض کا تصور بھی نہیں کر سکتے تھے۔ تابعینؒ بھی صحابہ کرام کے ادب میں قریب قریب ہی طریقہ رکھتے تھے اور تبع تابعین بھی تابعین کے ساتھ اسی طرح ادب سے پیش آتے تھے۔ اے مقلد! آپ کا کیا خیال ہے کہ اگر آپ کا امام حضورؐ کے سامنے حاضر ہوتا تو کیا اسی طرح ادب و تعظیم سے سر جھکا کر کھڑا نہ ہوتا؟

اے مسکین! اگر تو علم سے راہ نمائی حاصل نہیں کر سکتا تو کم از کم عقل ہی سے راہ نمائی حاصل کر لو۔ کیونکہ اگر تو عقل ہی سے روشنی حاصل کرنے کی کوشش کرے گا تو اپنی جہالت کی تاریکیوں سے نکل کر نور حق میں آ جائے گا۔

آپ کو تقدیم نصوص کے بارے میں آئمہ اربعہؒ کے اقوال کی معرفت حاصل ہو گئی ہے جو ہم نے گزشتہ سطور میں نقل کئے ہیں۔ ہم نے منع تقلید پر اُن کا اجماع

بھی آپ کے سامنے پیش کر دیا ہے۔ ہم نے امام ابوحنیفہ، امام دار الہجرت مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہما کے اقوال بھی نقل کر دیئے ہیں۔ منع تقلید کے بارے میں امام محمد بن ادریس شافعیؒ کے تمام اقوال بھی آپ کے سامنے ہیں۔ ذرا امام شافعیؒ کے شاگرد رشید امام مزنی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف "مختصر مزنی" کے ابتدائیے کے یہ الفاظ ملاحظہ فرمایئے۔ رقم طراز ہیں: "یہ امام شافعی کے علم اور اُن کے اقوال کے معانی کا اختصار ہے۔ تاکہ میں اسے اس شخص کے سامنے پیش کروں جو اس کو اخذ کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ اس بات کو بھی مدِ نظر رکھنا ہو گا۔ کہ امام شافعی نے اپنی یا کسی اور کی تقلید سے منع کیا ہے۔ تاکہ وہ شخص اپنے دین کی خاطر اس میں غور کرے اور پورے بھروسے کے ساتھ اسے اخذ کرے"[1]

ان الفاظ پر غور فرمایئے جن کو امام مزنی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے۔ اور امام مزنیؒ امام شافعیؒ کے مذہب کی سب سے زیادہ معرفت رکھتے تھے۔ اور امام شافعیؒ کی اس تصریح کا سب سے زیادہ علم رکھتے تھے۔ انہوں نے اپنی یا کسی دوسرے کی تقلید سے منع فرمایا ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے بھی منع تقلید میں بہت سے اقوال منقول ہیں۔ چنانچہ ابو داؤد کہتے ہیں: "میں نے امام احمدؒ سے عرض کی۔ اوزاعیؒ، مالکؒ سے متبع سنت ہیں"۔

امام احمد نے فرمایا: "اپنے دین میں ان میں سے کسی کی تقلید نہ کر۔ جو چیز رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام سے ثابت ہے بس اسی کو اختیار کر لے"۔

ابو داؤد کہتے ہیں: "میں نے امام احمد بن حنبل کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے۔ اتباع یہ ہے کہ مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی پیروی کرے۔ صحابہ کرامؓ کے تعامل کی پیروی کرے اور پھر تابعین کی پیروی کرے"۔

---

[1] اعلام الموقعین ۲ : ۱۸۱

ملاحظہ فرمایئے، امام موصوف نے کس طرح تقلید اور اتباع میں تفریق کی ہے۔ ابو داؤد کہتے ہیں:

"مجھ سے امام احمد بن حنبل نے فرمایا: میری تقلید نہ کر، نہ مالکؒ، شافعیؒ، اوزاعیؒ اور ثوریؒ کی تقلید کر بلکہ دین کو اسی جا سے اخذ کر جہاں سے انہوں نے اخذ کیا ہے۔"

امام بن حنبلؒ نے فرمایا: "یہ چیز کسی شخص میں سمجھ کی کمی پر دلالت کرتی ہے کہ وہ اپنے دین میں رجال کی تقلید کرتا ہے۔" [1]

علامہ ابن القیمؒ لکھتے ہیں "اسی وجہ سے امام احمد نے فقہ میں کوئی کتاب تالیف نہیں کی بلکہ اُن کے شاگردوں نے اُن کے اقوال، افعال اور جوابات وغیرہ سے اُن کے مذہب کی تدوین کی ہے۔"

علامہ ابن الجوزیؒ "تلبیس ابلیس" میں رقمطراز ہیں، "آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ مقلد کو اس چیز پر اعتماد نہیں ہوتا جس میں وہ تقلید کرتا ہے۔ تقلید میں منفعتِ عقل کا ابطال ہے۔" اس موضوع پر انہوں نے بہت طویل بحث کی ہے۔

حرمتِ تقلید آئمہ اہل بیت کی تصریحات

بالجملہ تقلید کے بارے میں آئمہ اربعہ کی ممانعت، اور اپنی آراء اور دیگر علماء کی آراء پر قرآن و سنت کی نصوص کو مقدم رکھنے میں اُن کا موقف اس قدر واضح ہے کہ صاحبِ علم پر۔ خواہ اُن کا پیرو ہو یا کوئی اور۔ مخفی نہیں رہ سکتا۔ رہی تقلید کے بارے میں دیگر آئمہ متبوعین کی نصوص تو آئمہ اہل بیت علیہم السلام بھی تقلید سے منع کرتے ہیں۔ ممانعتِ تقلید کی نصوص ان کی معروف کتابوں میں موجود ہیں۔ اُن کے مذاہب کی معرفت رکھنے والوں نے اُن سے نقل کیا ہے جو کوئی ان نصوص کو

---

[1] یہ تمام اقوال علامہ ابن القیم نے اعلام الموقعین جلد ۲ ص ۱۸۱ تا ۱۸۲ پر نقل کئے ہیں

دیکھنا چاہتا ہے۔ اسے ان آئمہ کی تالیفات کا مطالعہ کرنا چاہئے۔ امام محمد بن ابراہیم وزیرؒ نے اپنی تصنیفات میں ان نصوص کو جمع کر دیا ہے جو کافی وشافی ہے خصوصاً انہوں نے اپنی معروف کتاب "القواعد" میں آئمہ اہل بیت اور دیگر تمام علمائے اسلام کا اجماع نقل کیا ہے کہ مروجہ تخصیصات کی تقلید حرام ہے۔ اِس کتاب میں انہوں نے بہت طویل اور عمدہ بحث کی ہے۔ آپ کے لئے امام ہادی یحییٰ بن حسینؒ کی تصریحات کافی ہیں۔ کیونکہ امام ہادی وہ ہستی ہیں کہ دیارِ یمن کے تمام مسلمان اُن کے اپنے عصر یعنی تیسری صدی ہجری سے لے کر آج تک اُن کے مذہب کی تقلید کرتے ہیں۔ اُن کے متبعین اور اُن کے مذہب کا علم رکھنے والوں کے ہاں یہ چیز شہرت رکھتی ہے کہ انہوں نے اس صراحت سے تقلید کی ممانعت کی ہے کہ اس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ اُن کا یہ قول تمام دیارِ یمن میں مشہور ہے۔ جیسے دیگر لوگ تو کیا خود امام ہادیؒ کے مقلدین بھی جانتے ہیں۔ مگر وہ امام ہادی کی تقلید کرتے ہیں۔ خواہ امام ہادی چاہتے ہوں یا نہ چاہتے ہوں۔

ان کے مقلدین کہتے ہیں اگرچہ تقلید جائز نہیں مگر انہوں نے متاخرین کے قول پر عمل کرتے ہوئے اُن کی تقلید کی ہے کہ امام ہادی کی تقلید جائز ہے۔ حالانکہ امام ہادیؒ نے خود تقلید سے منع کیا ہے۔ اگر آپ میں انصاف ہے تو یہ چیز آپ کو بہت عجیب و غریب نظر آئے گی۔ اس سے آپ کو یہ حقیقت بھی معلوم ہو جائے گی کہ امام ہادیؒ کے بعض متبعین نے اصول و فروع کی کتابوں میں تقلید کے جواز کی جو تصریح کی ہے وہ ان کے امام کے مذہب کے مطابق نہیں ہے، ان میں بھی تقلید اسی طرح آئی ہے جیسے دوسرے مذاہب میں۔

مذاہبِ مستقرہ نے قرآن و سنت کو منسوخ کر دیا؟

گزشتہ زمانے میں امام ہادی اور امام اعظم زید بن علی علیہ السلام کے متبعین انصاف کے حامل

بھی خصوصاً اجتہاد کا دروازہ کھلا رکھنے تقلید کو جائز قرار دینے اور اس جواز کو کسی معین امام کی تقلید کے دائرہ میں محصور نہ کرنے کے بارے میں انہوں نے دامن انصاف کو ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔ جیسا کہ اُن کی تالیفات سے یہ حقیقت واضح ہے۔ اس کے برعکس دیگر مقلدین اپنے آپ پر کسی امام معین کی تقلید واجب قرار دیتے ہیں۔ انہیں اس بات پر سکون واطمینان ہے کہ اجتہاد کا دروازہ بند ہو چکا ہے اور بندوں پر اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم منقطع ہو چکا ہے وہ اپنی جہالت میں شریک عوام کو معارف علمیہ سے نوازتے رہتے ہیں انہوں نے عوام کی خاطر مسائل تقلید کی معرفت میں کتابیں مدون کیں اور انہیں یہ ذہن نشین کرایا کہ آئمہ کرام کا زمانہ گزر جانے اور استقرار مذاہب کے بعد اجتہاد کا دروازہ بند ہو چکا ہے۔ اور ان کی بدعات میں ایک اور بدعت کا اضافہ کر دیا۔ اور ان کی شناعت کو دوگنا کر دیا اور ان کے بارے میں جہالت کا فیصلہ کر کے ان کو جاہل قرار دے دیا۔ جو کوئی ایسی بات کہنے کی جرأت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے بارے میں اس قسم کا حکم لگا سکتا ہے جس سے اللہ تعالیٰ کے اپنے بندوں پر تعلیم وارشاد کے ذریعے فضل وکرم کرنے سے عاجز ہونا لازم آتا ہے۔ وہ یہ جرأت بھی کر سکتا ہے کہ بندوں میں غلط فیصلے کرے اور اپنے کلام میں بے تکے پن کا اظہار کرے۔ تعجب ہے انہوں نے جہالت اور بدعت تقلید پر جو کہ تمام بدعتوں کی جڑ اور ہر قسم کی قباحت وشناعت کا منبع ہے کیسے قناعت کر لی ہے۔ یہاں تک کہ ان مقلدین نے اُمت محمدیہ پر کتاب وسنت کے ذریعے معرفت شریعت کی تمام راہیں مسدود کر دی ہیں یہ دعویٰ کیا کہ معرفت دین کی کوئی سبیل نہیں۔ گویا فہم بشری بدل گیا ہے عقل انسانی کی تمام صلاحیتیں ختم ہو گئی ہیں۔ یہ اس بات کی خواہش ہے کہ تمام اُمت میں بدعت تقلید عام ہو جائے اور اُن کے طبقہ میں کوئی شخص ان کی سطح سے بلند ہو کر نہ سوچے۔ گویا کتاب وسنت سے ماخوذ شریعت جو ہمارے سامنے موجود ہے

منسوخ ہو چکی ہے۔ اور اس کی تاریخ وہ بدعات ہیں جو دین حق میں ان کی تقلید نے ایجاد کی ہیں۔ لوگوں کو قرآن و سنت کی کسی ایسی بات پر عمل نہیں کرنا چاہیئے مذاہب مستقرہ میں جس کا ثبوت نہ ہو۔

بات یہ نہیں کہ مذہب کی آراء اگر کتاب و سنت کے موافق ہیں۔ تب اس پر عمل ہوگا بلکہ حقیقت یہ ہے کہ کتاب و سنت کی نصوص اگر ان مذاہب کی موافقت کرتی ہیں تو تب ان پر عمل ہوتا ہے۔ اگر قرآن و سنت کی نصوص مذہب کی مخالفت کرتی ہیں تو ان نصوص سے تمسک کرنا اور ان پر عمل کرنا جائز نہیں[1] یہ اُن کے اقوال کا حاصل ہے۔ مگر جب انہوں نے دیکھا کہ اس تصریح پر خواص تو کیا عوام کا ذہن بھی ان کے مسلکِ تقلید کو قبول کرنے پر تیار نہیں جسے سن کر ان کے دل کانپ اُٹھتے ہیں تو انہوں نے اس کفریہ عبارت اور مقالۂ جاہلیت کو اپنے الفاظ کے پردوں میں چھپا دیا۔ جن سے ان کا مقصد فوت نہیں ہوتا۔ وہ عوام میں کچھ اس طرح بات کرتے ہیں "اجتہاد کا دروازہ بند ہو گیا"۔ اس جھوٹ اور افتراء کا معنی یہ ہے کہ اب اس ملتِ اسلامیہ میں کوئی ایسا شخص باقی نہیں رہ گیا جو کتاب و سنت کا فہم رکھتا ہو۔ جب کتاب و سنت کا فہم رکھنے والا باقی

---

[1] ابوالحسن کرخی تو مبالغہ کرتے ہوئے یہاں تک کہتے ہیں۔ "كل اٰية تخالف قول اصحابنا فانها تحمل على النسخ او على الترجيح واولٰى ان تحمل على التاويل من جهة التوفيق .... كل خبر يجيئ بخلاف قول اصحابنا فانه يحمل على النسخ او على انه معارض بمثله"۔ (اصول البزدوی مع اصول الکرخی ص۳۷۳)

ترجمہ:۔ ہر وہ آیتِ قرآنی جو ہمارے اصحاب کے مذہب (یعنی مذہب حنفی) کے مخالف ہے وہ یا تو منسوخ سمجھی جائے گی یا اسے ترجیح پر محمول کیا جائے گا اور اگر اپنے مذہب کے موافق بنانے کے لئے اس کی تاویل کر لی جائے تو بہتر ہے (اصول الکرخی مع اصول البزدوی ص۳۷۳)۔ ... ہر وہ حدیث جو ہمارے اصحاب کے مذہب کے خلاف ہے وہ نسخ پر محمول ہوگی یا یہ سمجھا جائے گا کہ اسی جیسی کوئی حدیث اس کی معارض ہے۔ ص۳۷۳۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

نہیں تو کتاب و سنت کو سمجھنے کی کوئی سبیل نہیں۔ جب کتاب و سنت کے فہم کی کوئی راہ نہیں تب ان میں کتنے ہی احکام ایسے ہیں جن کی طرف التفات اور ان پر عمل کرنا ممکن نہیں خواہ وہ مذہب کے موافق ہوں یا مخالف کیونکہ کوئی شخص ایسا موجود نہیں ہے جو کتاب و سنت کی نصوص کے معانی کی معرفت رکھتا ہو۔ یہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ اور بہتان ہے۔ گویا وہ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایسی مخلوق پیدا کرنے کی قدرت نہیں رکھتا جو اس کی شریعت کو سمجھ کر اس کے مطابق اس کی عبادت کرے۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے کتاب و سنت کے ذریعے اپنے بندوں کو جو شریعت عطا کی ہے وہ شریعت مطلق اور دائمی نہیں بلکہ وہ شریعت مقید ہے اور ایک خاص وقت مقرر تک کے لئے ہے یہ مدت معینہ مذاہب مستقرہ کے ظہور و ابتداء پر ختم ہو جاتی ہے۔ ان مذاہب کے ظہور کے بعد کوئی کتاب و سنت نہیں بلکہ اس امت کے لئے ایک نئی شریعت وجود میں آگئی ہے۔ جو اپنی رائے اور ظن کے مطابق قرآن و سنت کے سابقہ احکام کو منسوخ کر سکتی ہے۔ اگرچہ مقلدین زبان قال سے اس کا انکار اور اس کی تردید کرتے ہیں۔ مگر زبان حال سے یہی چیز لازم آتی ہے۔ ورنہ ان کے اس دعویٰ کا اور کیا معنیٰ ہو سکتا ہے کہ اجتہاد کا دروازہ بند ہے اور تقلید کے سوا کوئی چارہ نہیں" جب وہ یہ دعویٰ کرتے ہیں تو اس سے وہی نتیجہ نکلتا ہے جس کا ہم نے ذکر کیا ہے۔ یہاں ہم ان کو یہ آیت بھی پڑھ کر سناتے ہیں

اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ (التوبہ۔۳۱) انہوں نے اپنے عالموں اور راہبوں کو اللہ تعالیٰ کے سوا اپنا رب بنا لیا ہے۔

وہ اگرچہ اس کا انکار بھی کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اجتہاد کا دروازہ کھلا ہے اور تقلید ضروری نہیں۔ ان سے پوچھا جائے کہ پھر تم کتاب و سنت پر عمل کرنے والوں اور اپنے دین کو بلا واسطہ قرآن و سنت سے اخذ کرنے والے پر طرح طرح کے الزام کیوں لگاتے ہو تم نے ان کی عزت پر حملے کرنے اور ان کو

تکالیف پہنچانے کو کیسے جائز سمجھ لیا ہے۔

انہیں خود علم ہے اور اس کے ساتھ ساتھ وہ لوگ بھی جانتے ہیں جو اُن کے مذہب کی معرفت رکھتے ہیں کہ یہ پوری شدومد سے اجتہاد کا دروازہ بند کئے ہوئے ہیں اور انھوں نے کتاب وسنت تک پہنچنے کی تمام راہیں مسدود کر رکھی ہیں۔ ان پر بلا تردد وہی بات لازم آتی ہے جس کا ہم نے ذکر کیا ہے۔

لہٰذا آپ خود ہی انصاف کر لیجیے کہ بدعتِ تقلید کے سبب سے دین کو کن کن مصائب سے دوچار ہونا پڑا اور کن کن شیطانی برائیوں کا سامنا کرنا پڑا۔ مقابلہ تقلید کی وجہ سے اگر اجتہاد کے مسدود ہونے کی برائی نہ جنم لیتی تب بھی تقلید کی برائی انتہا کو پہنچی ہوئی ہے۔ کیونکہ تقلید ایسی مصیبت ہے جس نے سرے سے شریعت کی بساط ہی لپیٹ کر رکھ دی ہے۔ تقلید سے اللہ اور اس کے رسولؐ کے کلام کا منسوخ ہونا، دوسروں کی آراء کا مقدم ہونا اور ان کے حکم کی بجائے دوسروں کے حکم کو تعلیم کرنا لازم آتا ہے۔

"اے اسلام کی موت کی خبر دینے والے اُٹھ! اس کی موت کا اعلان کر دے کیونکہ نیکیاں زائل ہو گئیں اور برائیاں ظاہر ہو گئیں۔"

تقلید میں زیدیہ اور ہادویہ کا تعصب

گزشتہ سطور میں ہم نے جو ذکر کیا ہے کہ دیار یمن یعنی زیدیہ اور ہادویہ میں اجتہاد کا دروازہ کھلا رکھنے کے بارے میں انصاف کے حامل علماء موجود ہیں تو یہ گزرے زمانوں کی بات ہے۔ آج کل تو ہم نے زیدیہ اور ہادویہ کو سب سے زیادہ متعصب پایا ہے کیونکہ یہ لوگ جب کسی کے متعلق سنتے کہ اس نے اجتہاد کا دعویٰ کیا ہے اور وہ اپنے دین کو بلا واسطہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اخذ کرتا ہے تو اس طرح ہاتھ دھو کر اس کے پیچھے پڑ جاتے ہیں کہ اس برے سلوک پر اسلام کی آنکھیں روتی ہیں۔ اس پر اس قدر طعن و تشنیع، لعنت و ملامت اور تفسیق و تکفیر

۔کے تیر برساتے ہیں کہ اس قدر وہ کفار پر بھی نہیں برساتے، اسے اپنے علاقے سے نکال دیتے ہیں، اسے پتھر مارتے ہیں اور اس کی ہتک عزت تک سے باز نہیں آتے۔ یقیناً آپ جانتے ہیں کہ اگر ان کو خلافت کی ہیبت نے نہ روک رکھا ہو تو یہ لوگ ان علماء کو قتل کرنے سے بھی گریز نہ کریں جو اپنے آپ کو کتاب و سنت سے منسوب کرتے ہیں اور اُن کے ساتھ وہ سلوک کرتے جو وہ کفار کے ساتھ بھی نہیں کرتے، ہم نے اس کا کافی مشاہدہ کیا ہے۔ مگر یہ مقام اس کی بسط و تفصیل کا متحمل نہیں۔

یمن میں اس تعصّب کا سبب

اس تشدد کا سبب یہ ہے علماء مقلدین کی ایک جماعت جو دین کے عوض ہمیشہ دُنیا کی طالب رہتی ہے۔ عام بازاری لوگوں اور لشکریوں کو جو دین کی زیادہ سوجھ بوجھ نہیں رکھتے یہ باور کرانے میں کامیاب ہو گئی ہے کہ اُن ثابت شدہ مسائل میں جن میں وہ تقلید کرتے ہیں مخالفت کرنے والے درحقیقت امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے منحرف ہیں وہ حضرت علی سے بغض رکھتے ہیں ان کی فضیلت کو تسلیم نہیں کرتے اور آئمہ اہل بیت اور اُن کی اولاد سے عناد رکھتے ہیں۔ جب ایک عامی یہ بات سنتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ ان علمائے مقلدین کے ظاہری لباس، شان و شوکت ان شاگردوں کے جمگھٹوں اُن کی قضا اور فتووں کی وجہ سے اُن کے ذہن میں یہ بات بیٹھی ہوئی ہوتی ہے کہ یہ علمائے کرام بڑے ماہر اور بڑے فاضل ہیں۔ تو اسے کوئی شک نہیں رہتا کہ یہ بات صحیح ہے۔ اور قرآن و سنت سے براہ راست دین اخذ کرنے والا عالم اہل بیت کا دشمن ہے۔ اُس کے دل میں حمیت جاہلیت کا جذبہ بیدار ہوتا ہے یہ حمیت دینی ولولے سے جنم لیتی ہے۔ اس کے ولولے یہ واہمے جیسے کہ ہم سابقہ سطور میں ذکر کر چکے ہیں ان کی بدعت کی ترویج جہالت کو پھیلانے اور اپنے سے زیادہ جاہلوں پہ اقتصار کی خاطر ان مقلد علما نے

ڈالا ہے۔ یہ شیطانی نکتہ ان علماء نے عوام کے ذہن میں ڈالا ہے۔ کیونکہ یہ علماء جانتے ہیں کہ ان عوام کی جبلت میں شجاعت اس قدر ہے۔ کہ بیان سے بھی باہر ہے۔ حتیٰ کہ ان عوام میں سے جب کوئی مجرد وہم کی وجہ سے جس کی کوئی حقیقت نہیں، حضرت علیؓ کی تنقیص سنتا ہے تو اسے اتنی غیرت اور اس قدر غصہ آتا ہے کہ اس کا عشر عشیر بھی اللہ تعالےٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیص سن کر نہیں آتا۔

ان شیطانی ہتھکنڈوں کی بنا پر علمائے اجتہاد بلادِ دین میں حتشدید فتن و ابتلاء میں مبتلا ہو گئے۔ یہ جرم ان علمائے مقلدین کا ہے کیونکہ بیماری کی اصل جڑ اور زہر قاتل وہی ہیں۔ اور اگر عوام عقل و شعور سے بہرہ ور ہوں تو ان کے متعلق ان شیاطین کی تلبیس کا خوف نہیں رہتا کیونکہ جو کوئی اپنی عبادات و معاملات میں کتاب و سنت کی نصوص سے تمسک کرتا ہے اس کے متعلق صاحب عقل یہ سوچ بھی نہیں سکتا کہ ان نصوص سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی موالات سے انحراف لازم آتا ہے۔ کتاب و سنت کی نصوص کی وجہ سے حضرت علیؓ کے خلاف دل میں بغض کیسے آسکتا ہے جبکہ عوام میں جب فقدانِ علم اور فقدانِ عقل دونوں اکٹھے ہو جائیں۔ خاص طور پر دینی معاملات میں اور شیاطین کی تلبیس کی موجودگی میں ہے۔ تو پھر انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھ لینا چاہئے۔ ان عوام کو کیا ہو گیا ہے کہ نورِ علم کے فقدان اور کفار پر عدم اعتراض اور تحکم کی وجہ سے ان کے دل سیاہ ہو گئے ہیں کیا زمانہ ہے جس میں اتنی برائیاں ہیں جن کا کوئی شمار نہیں سابقہ زمانہ میں عوام کے اخلاق میں یہ چیز تھی کہ وہ علماء کی اس قدر تعظیم کرتے تھے جو بیان سے باہر ہے بلا اوقات یوں بھی ہوتا تھا کہ عوام تبرک کے لئے علماء کے ہاتھ پاؤں چومنے سے گریز نہیں کرتے تھے، اپنے اہل و عیال سے زیادہ ان کا اکرام کیا کرتے تھے۔ وہ تسلیم کرتے تھے کہ علماء دنیا میں بمنزلہ انبیاء اللہ تعالےٰ کی حجت ہیں۔ مگر پھر امور بدل گئے ان کی کاٹ

کرتے تھے۔ بلاشبہ عوام کو ان شیطانی گمراہیوں اور جاہلی اخلاق پر ان مقلدین علماء نے ابھارا ہے۔ اس کے لئے وہ ذرائع استعمال کئے گئے، جس کا ذکر ہم نے گزشتہ صفحات میں کیا ہے۔[1]

غور کیجئے یہ افعال جو بلاد یمن کے مقلدین سے صادر ہو رہے ہو رہے ہیں کیا ان لوگوں کے افعال ہو سکتے ہیں جنہیں اس حقیقت کا اعتراف ہے کہ اجتہاد کا دروازہ قیامت تک کے لئے کھلا ہے۔ اور اس شخص کے لئے تقلید جائز نہیں جو رتبہ اجتہاد کو پہنچا ہوا ہے۔ اور یہ کہ کسی عالم کے لئے جائز ہے۔ کہ اپنے اندر اجتہاد کی شرائط پوری کرنے کے بعد اپنے اجتہاد پر عمل کرے خواہ کسی ایک ہی فن یا کسی ایک ہی مسئلہ میں کیوں نہ ہو۔ جیسا کہ ائمہ کرام کی فقہ کے اصحاب تصانیف نے اپنی اصول و فروع کی کتابوں میں تحریر کیا ہے؟

---

[1] بارھویں صدی میں جب علامہ محمد بن اسمٰعیل الامیر صنعانیؒ نے تقلید کا رد کیا تو یمن کے علماء مقلدین ہاتھ دھو کر ان کے پیچھے پڑ گئے۔ انہیں بھی اپنے ہی ہم وطنوں کے ہاتھوں ابتلا و محن کا سامنا کرنا پڑا۔ ان کے قتل کے منصوبے تیار کئے گئے۔ انہیں قید و بند کے مصائب سے گزرنا پڑا۔ انہیں جامع صنعاء میں جمعہ کے خطبے سے الگ کر دیا گیا۔ لوگوں نے ان پر ناصبیت اور اہل بیت سے عداوت رکھنے کا گھناؤنا الزام لگایا۔ ان کا قصور صرف یہ تھا کہ وہ تمام امہات کتب حدیث سے استدلال کرتے تھے۔ تقلید کو چھوڑ کر قرآن و سنت کی راہ پر گامزن تھے۔ نماز میں ہاتھ باندھتے تھے۔ رفع یدین کرتے تھے۔ حالانکہ تمام اہل یمن امام زید بن علیؒ کے پیروکار تھے اور امام زید ہاتھ بھی باندھتے تھے اور رفع یدین بھی کرتے تھے۔ تمام ائمہ زیدیہ تمام امہات کتب حدیث پڑھتے چلے آئے ہیں یہ مقلد علماء عوام کو یہ باور کرا دیتے ہیں کہ ان کے فقہی مذہب کی مخالفت دین کی مخالفت ہے اس لئے جب کوئی صاحب اجتہاد ان کے مذہب سے سر مو ادھر ادھر ہوتا ہے تو اسے دین سے خارج قرار دے دیتے۔ بقی بن مخلد، ابن حزمؒ، ابن تیمیہ، ابن قیمؒ، شوکانیؒ اور اجتہاد کے دیگر علمبرداروں کو بھی اپنے اپنے عصر میں اسی قسم کے لوگوں کے ہاتھوں تکالیف اٹھانا پڑیں۔

ہرگز نہیں خدا کی قسم یہ تو ان لوگوں جیسے ہتھکنڈے ہیں جو کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عداوت رکھتے ہیں، کتاب و سنت کے طالبین اور ان میں رغبت رکھنے والوں کے خلاف بغض رکھتے ہیں، اجتہاد سے روکتے ہیں اور تقلید کو واجب قرار دیتے ہیں اور شریعت اور طالبین شریعت کے درمیان حائل ہوتے ہیں اور ان کو یہ باور کرانے کی کوشش کرتے ہیں کہ ان کے لئے شریعت کا فہم و ادراک محال ہے۔ جیسا کہ تمام مذاہب کے مقلدین کا وتیرا ہے۔ بلکہ یہ حضرات غلو اور تعصب میں ان سے بھی بڑھ گئے ہیں۔

اس کے ساتھ ساتھ آئمہ کرام نے اپنی اصول و فروع کی کتابوں میں علوم اجتہاد کی تعداد کی تصریح کی ہے۔ یہ علوم پانچ ہیں اور ہر فن کے مجتہد کے لئے ان کا مختصر سا حصہ بھی کافی ہے۔ یہ مقلدین جانتے ہیں کہ کتاب و سنت کا علم رکھنے والے ان کے اکثر ہم عصر علماء ان علوم خمسہ کی تقدیر ضرورت سے کئی گنا زیادہ معرفت رکھتے ہیں اس کے علاوہ دیگر علوم میں بھی مہارت رکھتے ہیں۔ اور یہ عوام اگرچہ خود جاہل ہیں اور معارف کو نہیں جانتے مگر یہ علماء کی قدر و قیمت کے متعلق اہلِ علم سے پوچھ سکتے ہیں اور اس بات میں اہلِ علم سے استفادہ کر سکتے ہیں۔

تقلید اور رائے کی مذمت میں صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین کے اقوال

آپ کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ ان عوام کو اس بے تدبیر محض تعصب نے آمادہ کیا ہے جو وہ ان علماء کے بارے میں رکھتے ہیں جن کی وہ تقلید کرتے ہیں۔ ان کی تعظیم میں حد سے بڑھ جاتے ہیں اور ان کی آراء کی حد سے زیادہ اطاعت کرتے ہیں اتنی اطاعت وہ صحابہ کرام بلکہ کتاب اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی بھی نہیں کرتے۔

امام بیہقیؒ اور علامہ ابن عبد البرؒ حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ کے حوالے سے روایت کرتے ہیں اُن سے قرآن مجید کی آیت اِتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ کے متعلق سوال کیا گیا۔ کہ کیا وہ اپنے عالموں اور درویشوں کی عبادت کرتے تھے۔ حضرت حذیفہ نے اس کے جواب میں فرمایا۔

"نہیں وہ ان کو پوجتے تو نہیں تھے۔ مگر وہ جس حرام چیز کو اُن کیلئے حلال قرار دے دیتے وہ اس کو حلال سمجھ لیتے تھے اور جس حلال چیز کو اُن پر حرام ٹھہرا دیتے تھے یہ اُس کو حرام سمجھ لیتے تھے اور اس طرح گویا وہ رب بن گئے تھے"۔

بیہقیؒ کہتے ہیں کہ یہ حدیث ابن حاتم کی سند سے مرفوعاً بھی روایت کی گئی ہے۔

علامہ ابن عبد البرؒ نے اسی قسم کی تفسیر متصل سند سے بعض صحابہ سے روایت کی ہے کہ "اگر وہ علماء و درویش لوگوں کو اپنی عبادت کا حکم دیتے تو وہ ہرگز نہ مانتے۔ مگر انہوں نے اللہ تعالیٰ کی حلال چیزوں کو حرام قرار دے دیا اور لوگوں نے اسے حرام سمجھ لیا اور انہوں نے حرام چیزوں کو حلال بنا دیا۔ اور لوگوں نے اسے حلال مان لیا۔ یہی تو ربوبیت ہے"۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَكَذَٰلِكَ مَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِي قَرْيَةٍ مِنْ نَذِيرٍ إِلَّا قَالَ مُتْرَفُوهَا إِنَّا وَجَدْنَا آبَاءَنَا عَلَىٰ أُمَّةٍ وَإِنَّا عَلَىٰ آثَارِهِمْ مُقْتَدُونَ قَالَ أَوَلَوْ جِئْتُكُمْ بِأَهْدَىٰ مِمَّا وَجَدْتُمْ عَلَيْهِ آبَاءَكُمْ؟

اور اسی طرح ہم نے کسی بستی میں کوئی ڈرانے والا نہیں بھیجا مگر یہ کہ اس کے خوشحال لوگوں نے یہی کہا کہ ہم نے اپنے آباء و اجداد کو ایک طریقے پر پایا ہے اور ہم انہی کی پیروی کر رہے ہیں۔ اُن کے نبی نے کہا "کیا تم پھر بھی اپنے آباؤ اجداد کی پیروی کرتے رہو گے۔ اگرچہ میں

پاس سے زیادہ اچھی راہ نمائی کرنیوالا طریقہ ہی کیوں نہ تمہارے پاس لے آؤں؟ (الزخرف ۔ ۲۳، ۲۴)

مگر انہوں نے اپنے آباء و اجداد کی تقلید کو ترجیح دی اور کہنے لگے۔

اِنَّا بِمَا اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ (الزخرف ۔ ۲۴)

جس دین کے ساتھ تمہیں بھیجا گیا ہے ہم اس کا انکار کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

اِذْ تَبَرَّاَ الَّذِيْنَ اتُّبِعُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا وَرَاَوُا الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْاَسْبَابُ وَقَالَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا لَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّاَ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوْا مِنَّا كَذٰلِكَ يُرِيْهِمُ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ حَسَرٰتٍ عَلَيْهِمْ وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنَ النَّارِ (البقرۃ ۱۶۶ ۔ ۱۶۷)

جب وہ لوگ جن کی پیروی کی گئی ہے پیروی کرنے والوں سے صاف الگ ہو جائیں گے اور سب عذاب کا مشاہدہ کرلیں گے اور اُن کے تمام تعلقات منقطع ہو جائیں گے۔ اور پیروی کرنیوالے کہیں گے۔ اگر ہمیں ایک بار دنیا میں لوٹا دیا جائے تو ہم اُن سے صاف الگ ہو جائیں گے جیسے وہ ہم سے الگ ہوتے ہیں اسی طرح اللہ تعالیٰ اُن کے اعمال ان کو حسرتیں بنا کر دکھائیگا اور آگ سے ہرگز نہیں نکلیں گے۔

قرآن مجید میں ایک اور جگہ آتا ہے۔

مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيْلُ الَّتِيْٓ اَنْتُمْ لَهَا عٰكِفُوْنَ قَالُوْا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا لَهَا عٰبِدِيْنَ ۔ (الانبیاء ۵۲، ۵۳)

یہ کیا مورتیں ہیں جن پر تم جمے بیٹھے ہو؟ وہ کہینگے کہ ہم نے اپنے آباؤ اجداد کو ان کی عبادت کرتے پایا ہے۔

ایک اور مقام پر قرآن مجید مشرکین کا قول نقل فرماتا ہے۔

اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَآءَنَا

ہم نے اپنے سرداروں اور اپنے بڑوں

فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَ کی اطاعت کی اور انہوں نے ہمیں راہ راست پر سے بھٹکا دیا۔ (الاحزاب۔ ۶۷)

یہ تمام آیتیں اور اسی مفہوم کی دیگر آیتیں مقلدین کی بے عقلی اور اُن کی حالتِ زار کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔ اِن آیات کا شانِ نزول اگرچہ کفار اور مشرکین کے بارے میں ہے تاہم اتحادِ علت کی بناپر مقلدین پر اس کا اطلاق بھی صحیح ہے۔ اصول میں چیز ثابت ہے کہ اعتبار عموم لفظ کا ہوتا ہے خصوصِ سبب کا نہیں۔ اور عدم و وجود کے اعتبار سے حکم علت کے ساتھ رہتا ہے۔

اہل علم نے ابطالِ تقلید کے بارے میں انہی آیاتِ کریمہ سے استدلال کیا ہے۔ کفار کے بارے میں اُن کے شانِ نزول نے اُن کو تقلید پر اُن کے اطلاق سے روکا نہیں، چنانچہ متصل سند سے علامہ ابن البرؒ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہٗ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا۔

"تمہارے پیچھے پیچھے آزمائشوں کی بھرمار ہے جن میں مال بہت زیادہ ہوگا۔ قرآن بہت کثرت سے پڑھا جائے گا۔ حتیٰ کہ مومن اور منافق، عورت اور بچے، سیاہ اور سُرخ سب قرآن پڑھیں گے، اور قریب ہے کہ تم میں سے کوئی کہے کہ میں نے تو قرآن بہت پڑھا ہے۔ مگر میرا خیال ہے لوگ اسوقت تک میری پیروی نہیں کریں گے جب تک کہ میں اُن کے لئے قرآن کے علاوہ کوئی اور چیز ایجاد نہ کردوں۔ ایسے شخص کی بدعات سے بچتے رہنا۔ کیونکہ ہر بدعت گمراہی ہے"۔

علامہ ابن عبد البرؒ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہٗ نے فرمایا۔

"عالم کی لغزشوں کی اتباع پر ہلاکت ہے"۔ ان سے پوچھا گیا "یہ کیونکر؟" اُنہوں نے فرمایا "عالم اپنی رائے کا اظہار کرتا ہے، پھر وہ کسی ایسے شخص کو پاتا ہے جو اس سے زیادہ سنت کا علم رکھتا ہے۔ مگر یہ اس کا قول چھوڑ کر

اپنی رائے کی اتباع کرتا ہے"۔

علامہ ابن عبدالبر روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا

"اے کمیل! دل برتنوں کی مانند ہوتے ہیں ان میں سے سب سے اچھا وہ ہے۔ جو بھلائی کو سب سے زیادہ محفوظ کرتا ہے۔ لوگوں کی تین قسمیں ہوتی ہیں۔

عالم ربانی، طالب علم جو نجات کے لئے علم حاصل کرتا ہے اور بے وقوف اور ناکارہ لوگ جو ہر آواز کی پیروی کرتے ہیں۔ جو علم سے روشنی حاصل نہیں کرتے اور جو کسی قابلِ اعتماد دلیل کا سہارا نہیں لیتے"۔

علامہ ابن عبدالبر حضرت علیؓ ہی سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا

"رجال کی آراء کو سُنت بنانے سے بچو۔ کیونکہ انسان کا حال یہ ہے کہ وہ اہل جنت کے عمل کرتے کرتے اہلِ جہنم کے عمل کرنے لگ جاتا ہے۔ اس لئے جب وہ مرتا ہے تو اس کا شمار اہل جہنم میں ہوتا ہے"۔

علامہ ابن عبدالبرؒ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ رضی اللہ عنہ نے فرمایا "تم میں سے کوئی شخص اپنے دین کے بارے میں کسی کی تقلید نہ کرے کہ اگر وہ ایمان لایا ہے تو یہ بھی ایمان لے آئے اور اگر اس نے کفر کیا ہے تو یہ بھی کفر کا ارتکاب کرے۔ کیونکہ شر میں کوئی نمونہ نہیں"۔

علامہ ابن عبدالبرؒ حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ کے حوالے سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"میری اُمت ستر سے کچھ زیادہ فرقوں میں بٹ جائے گی ان میں سے فتنہ کے اعتبار سے بدترین لوگ وہ ہیں جو دین میں اپنی رائے سے قیاس آرائی کرتے ہیں اور اس چیز کو حرام قرار دیتے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے حلال ٹھہرایا ہے اور اسے حلال بنا دیتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے"۔

اس حدیث کو امام بیہقیؒ نے بھی روایت کیا ہے۔ علامہ ابن القیمؒ اس حدیث کو بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ جریر بن عثمان کے سوا اس کی اسناد کے تمام راوی

ثقہ ہیں۔ جریر بن عثمان اگرچہ حضرت علیؓ سے منحرف تھا۔ مگر اس کے باوجود امام بخاری نے اپنی صحیح میں اس سے استناد کیا ہے اور یہ بھی روایت کی گئی ہے کہ اس نے اپنی طرف منسوب اس انحراف سے برأت کا اظہار کیا ہے۔

علامہ ابن البرؒ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"میری اُمت کچھ عرصہ تک قرآن پر عمل کرے گی۔ کچھ عرصہ تک سنت پر عمل کرے گی پھر وہ اپنی رائے پر عمل کرے گی۔ اور جب وہ اپنی رائے پر عمل کرنا شروع کردے گی تو وہ گمراہ ہو جائے گی۔" اسی حدیث کو ابن عبدالبرؒ نے ایک اور سند سے بھی روایت کیا ہے مگر اس سند میں جبارہ بن مغلس ہے۔ جس پر آئمہ حدیث نے کلام کیا ہے۔

علامہ ابن عبدالبر روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے برسر منبر فرمایا۔ "اے لوگو!"

"صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے یقینی طور پر صواب پر مبنی ہوتی تھی کیونکہ اللہ تعالیٰ آپ کی راہنمائی فرماتا تھا۔ ہماری رائے تو محض ظن اور تکلف ہے۔"

امام بیہقیؒ "المدخل" میں اور اُن کے علاوہ ابن عبدالبر اپنی سند سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ "اہل رائے سنن کے دشمن ہیں وہ احادیث کو جمع نہ کرسکے اور احادیث ان سے روایت نہ ہوسکیں۔ اس لئے رائے سے بچتے رہو۔"

ابن عبدالبرؒ اپنی سند سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔

"اپنے دین میں رائے سے بچو۔"

ابن عبدالبر حضرت عمرؓ سے روایت کرتے ہیں "اصحاب رائے سنن کے دشمن ہیں وہ احادیث کو جمع نہ رکھ سکے اور احادیث اُن سے جمع نہ ہوسکیں۔ اُن سے کوئی مسئلہ پوچھا جاتا ہے تو "ہم نہیں جانتے" کہنے سے شرماتے ہیں اس

لئے انہوں نے اپنی رائے سے سنن کی مخالفت کی۔ تم اُن سے بچتے رہو۔"
علامہ ابن عبدالبر روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا۔" ہر آنے والا سال گزشتہ سال بدتر ہوتا ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ کوئی سال کسی سے ابتر یا کوئی سال کسی سے زیادہ شادابی والا ہوتا ہے یا ایک امیر دوسرے امیر سے بہتر ہے۔ مگر ہوتا یہ ہے کہ تمہارے اچھے لوگ اور تمہارے علمأ چلے جاتے ہیں اور اُن کی جگہ ایسے لوگ لے لیتے ہیں جو تمام مسائل کا حل اپنی رائے سے تلاش کرتے ہیں جس کی وجہ سے وہ اسلام کو منہدم کرتے ہیں
اور اس طرح اسلام کو نقصان پہنچتا ہے۔"
اس کو امام بیہقیؒ نے بھی اپنی سند سے روایت کیا ہے جس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ علامہ ابن البر روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا۔
"نیکی کا معیار تو صرف کتاب اللہ سنت رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے اس کے بعد جو رائے سے کام لیتا ہے میں نہیں جانتا کہ اس کا شمار نیکی میں ہے یا بدی میں۔"
ابن عبدالبر حضرت عبداللہ بن عباسؓ ہی سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا۔
"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمتع فرمایا۔" عروہؒ نے فرمایا۔" حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ نے متعہ سے منع فرمایا ہے۔"
حضرت عبداللہ بن عباس نے فرمایا۔
"میرا خیال ہے یہ سب لوگ ہلاک ہوں گے ہم کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور تو کہتا ہے کہ ابوبکرؓ نے کہا اور عمرؓ نے کہا۔"
ابن عبدالبر روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "کون ہے جو میرے پاس معاویہؓ کی طرف سے عذر پیش کر سکے میں اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کرتا ہوں۔ اور میرے سامنے اپنی رائے بیان کرتا ہے۔"
اسی قسم کی ایک روایت حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے

بھی مروی ہے۔ علامہ ابن عبدالبرؒ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ "سنت وہ ہے جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسنون کیا ہو۔ رائے کی غلطی کو اُمت کے لئے سنت نہ بنا دو۔"

علامہ ابن البر روایت کرتے ہیں کہ حضرت عُروہ بن زبیرؓ نے فرمایا۔ "بنی اسرائیل کا معاملہ درست رہا حتیٰ کہ دوسری قوموں سے حاصل کی ہوئی لونڈیوں کی اولاد نے اپنی رائے سے کام لینا شروع کر دیا۔ اور ان لوگوں نے بنی اسرائیل کو گمراہ کر دیا۔"

ابن عبدالبرؒ روایت کرتے ہیں کہ حضرت شعبیؒ نے فرمایا "قیاس سے بچو، اُس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ اگر تم دین میں قیاس سے کام لوگے تو حرام کو حلال اور حلال کو حرام ٹھہرا لوگے۔ تم لوگوں کو اگر وہ چیز پہنچے جسے صحابہ کرام نے محفوظ کیا ہے (یعنی سنت رسولؐ) تو تم بھی اسے محفوظ کرو۔"

ابن عبدالبر نے رائے کی مذمت اور اس سے نفرت و برأت کے بارے میں حضرت مسروقؒ، حضرت حسن بصریؒ، حضرت محمد بن سیرینؒ، قاضی شریحؒ ابن شہاب زہریؒ، عبداللہ بن مبارک اور سفیانؒ کے اقوال بھی نقل کئے ہیں جو مندرجہ بالا اقوال سے ملتے جلتے ہیں۔

طبریؒ اپنی کتاب "تہذیب الآثار" میں اپنی سند کے حوالے سے روایت کرتے ہیں کہ امام مالکؒ نے فرمایا۔

"رسول اللہ علیہ وسلم اس دنیا سے تشریف لے گئے تو اس وقت تک دین مکمل ہو چکا ہے۔ اب مناسب یہ ہے کہ آپؐ کی احادیث اور آثار کو تلاش کیا جائے اگر رائے کی پیروی کی جائے گی تو کوئی اور شخص آئے گا۔ جس کی رائے تیری رائے سے زیادہ قوی ہوگی تو اس رائے کی پیروی کرے گا پھر کوئی اور آئے گا جس کی رائے اس رائے سے زیادہ قوی ہوگی۔ پھر تجھے اس رائے کی اتباع

کرنی پڑے گی۔ اور یہ اِخیال ہے یہ سلسلہ کبھی ختم نہیں ہوگا"۔

ابن عبدالبرؒ روایت کرتے ہیں کہ مالک بن دینارؒ نے قتادہؒ سے فرمایا۔ "کیا تجھے معلوم ہے کہ تجھے کون سے علم سے باز رہنا چاہئے تو اللہ اور اُس کے بندوں کے درمیان حائل ہوجاتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ درست نہیں ہے۔ اور یہ درست ہے"۔

ابن عبدالبرؒ روایت کرتے ہیں کہ امام اوزاعیؒ نے فرمایا۔ "آثار سلف کی اتباع کرتا رہ۔ خواہ لوگ تجھ سے دُور ہوجائیں۔ رجال کی آراء سے بچتا رہ خواہ وہ کتنے ہی خوبصورت طریقے سے تیرے سامنے بات پیش کریں"۔

ابن عبدالبرؒ ہی روایت کرتے ہیں کہ امام مالکؒ نے فرمایا۔

"جس بات کا تجھے علم ہے وہ بات کہہ اور اسی کی طرف راہ نمائی کر۔ اور جس چیز کا تجھے علم نہیں اس کے بارے میں خاموش رہ اور لوگوں کی بُری باتوں کی تقلید کرنے سے بچ"۔

قعنبیؒ روایت کرتے ہیں کہ وہ امام مالکؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو امام مالکؒ رو رہے تھے قعنبیؒ نے عرض کی۔ "آپ رو کیوں رہے ہیں؟"

امام مالک نے فرمایا۔ "اے قعنب کے بیٹے! میں نے جو بغیر سوچے سمجھے آراء کا اظہار کیا ہے اس بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں۔ کاش مجھے ہر اس رائے کے بدلے جس کا میں نے اس دین کے بارے میں اظہار کیا ہے، ایک کوڑا پڑتا اگر میں نے اس رائے کا اظہار نہ کیا ہوتا۔ اُن مسائل کے بارے میں میرے لئے سلف کے اقوال ہی میں کافی وسعت تھی"۔

سحنونؒ سے مروی ہے کہ اُنہوں نے فرمایا۔ میں نہیں جانتا کہ یہ رائے کیا ہے جس کی بناء پر خون بہائے جاتے ہیں۔ شرمگاہیں حلال کی جاتی ہیں۔ اور حقوق جتائے جاتے ہیں"۔

ایوبؒ سختیانی سے مروی ہے کہ ان سے کہا گیا ہے۔
"کیا بات ہے کہ آپ رائے میں غور و فکر نہیں کرتے"؟ ایوبؒ نے فرمایا۔
"گدھے سے پوچھا گیا" کیا بات ہے کہ تو جگالی نہیں کرتا؟ گدھے نے جواب دیا۔ میں باطل کو چبانے اور اس کی جگالی کرنے کو پسند نہیں کرتا"۔
شعبیؒ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا "مسجد کے یہ لوگ مجھے سخت ناپسند ہیں حتیٰ کہ مجھے اپنے گھر کے کوڑے کرکٹ سے بھی زیادہ ناپسند ہیں جب شعبیؒ سے پوچھا گیا کہ وہ کون لوگ ہیں تو اُنہوں نے جواب دیا۔
"یہ اصحابِ رائے" اور اس وقت مسجد میں حکمؒ حمادؒ اور اُن کے اصحاب موجود تھے۔ ابن وہبؒ ذکر کرتے ہیں کہ انہوں نے امام مالکؒ کو یہ فرماتے سُنا ہے۔ "علماء کا یہ طریقہ نہیں ہے نہ سلف کا یہ طریقہ ہے اور نہ ان مقتدار اہلِ علم کا یہ طریقہ جن کو میں نے پایا ہے کہ وہ کسی چیز کے بارے میں اس طرح رائے زنی کریں کہ "یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے نہ وہ ایسا کہنے کی جرأت کرتے تھے البتہ وہ یوں کہا کرتے تھے "ہمیں یہ پسند نہیں"۔ ہمارا خیال ہے یہ اچھی بات ہے"۔ یہ مناسب ہے"۔ "ہمارا خیال ہے یہ مناسب نہیں"۔ امام مالکؒ کے بعض اصحاب نے اس میں یہ اضافہ کیا ہے۔
"وہ یہ نہیں کہا کرتے تھے کہ یہ حرام ہے اور یہ حلال ہے کیا تو نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں سنا قُلْ اَرَاَیْتُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰہُ لَکُمْ مِّنْ رِّزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ حَرَامًا وَّحَلٰلًا قُلْ آٰللّٰہُ اَذِنَ لَکُمْ اَمْ عَلَی اللّٰہِ تَفْتَرُوْنَ حلال وہ ہے جسے اللہ اور اس کے رسول نے حلال کیا ہے اور حرام وہ ہے جسے اللہ اور اس کے رسول نے حرام کیا ہے"۔
علامہ ابن عبدالبر روایت کرتے ہیں کہ امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں۔
"امام اوزاعیؒ کی رائے، امام مالکؒ کی رائے اور امام ابوحنیفہؒ کی رائے تمام تر آراء ہیں، میرے نزدیک سب برابر ہیں اور حجت صرف حدیثِ رسول میں ہے"۔

ابن عبدالبرؒ سہل بن عبداللہ تستریؒ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا۔" جو کوئی علم میں نئی چیز شامل کرتا ہے تو قیامت کے روز اس سے پوچھا جائے گا۔ اگر وہ سنت کے موافق ہے تو ٹھیک ہے ورنہ ہلاک ہوگا۔"

امام شافعیؒ مشہور صحیح حدیث۔ خیر الحدیث کتاب اللہ وخیر الھدی ھدی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شر الامور محدثاتھا وکل بدعۃ ضلالۃ۔ کے ضمن میں بدعت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

بدعات کی دو اقسام ہیں۔

اوّل: ایک بدعت وہ ہے جو کتاب اللہ سنت رسول اور اجماع اُمت کے خلاف ہے اور یہ بدعت گمراہی ہے۔

ثانی: دوسری بدعت وہ ہے جو بھلائی میں شمار ہوتی ہے جو اُمت میں سے کسی کے خلاف نہیں یہ بدعت مذموم نہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رمضان میں نماز تراویح کی جماعت کے بارے میں فرمایا تھا۔ نعمت البدعۃ ھٰذہ (یہ کتنی اچھی بدعت ہے) امام بیہقیؒ "المدخل" میں روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرمایا کرتے تھے۔

"سنت کی اتباع کرو۔ نئی نئی بدعات ایجاد نہ کرو۔ تمہارے لئے سنت رسول کافی ہے"۔

بیہقیؒ روایت کرتے ہیں کہ عبادہ بن صامتؓ نے فرمایا ہے۔" میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے آپؐ نے فرمایا" میرے بعد کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو ان چیزوں کو معروف قرار دیں گے جن کو تم منکر کہتے ہو اور ان چیزوں کو منکر قرار دیں گے جن کو تم معروف گردانتے ہو۔ یاد رکھو جو کوئی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے۔ اس کی کوئی اطاعت نہیں اور اپنی رائے کو معیار عمل نہ بناؤ۔"

بیہقیؒ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔

"اپنے دین کے بارے میں رائے سے بچو"۔ بیہقیؒ ثقہ راویوں کے حوالے سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

" اے لوگو! دین کے بارے میں اپنی رائے کو متہم سمجھو۔ بیہقیؒ روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا" اگر دین میں رائے کا کچھ دخل ہوتا۔ تو موزوں کے اُوپر والی سطح کی نسبت نیچے والی سطح پر مسح کرنا بہتر تھا لیکن میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ وہ موزوں کی اُوپر والی سطح پر مسح کیا کرتے تھے"۔

مندرجہ بالا حدیث بہت مشہور ہے جسے امام بیہقی کے علاوہ دیگر محدثین نے بھی روایت کیا ہے۔ امام بیہقی نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ، محمد بن سیرین، حسن بصریؒ، ابن عونؒ، اوزاعیؒ، سفیان ثوریؒ، شافعیؒ، عبداللہ بن مبارکؒ، عبدالعزیز بن سلمہؒ، ابو حنیفہؒ، یحییٰ بن آدم اور مجاہدؒ جیسے جلیل القدر علماء کے اقوال نقل کئے ہیں۔ جن سے اتباعِ آثار و احادیث کی تلقین اور اتباعِ رائے سے گریز مستفاد ہوتے ہیں۔

ابو داؤد، ابن ماجہ اور حاکم حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص کے حوالے سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"علم کی تین قسمیں ہیں۔ ان کے علاوہ باقی تمام اقسام غیر ضروری ہیں۔ آیتِ کریمہ محکمہ یعنی غیر منسوخ آیت، سنتِ ثابتہ اور فریضۂ عادلہ[1]"

اس حدیث کی سند میں عبدالرحمٰن بن زیاد افریقی اور عبدالرحمٰن بن رافع ہیں جن پر محدثین نے کلام کیا ہے۔ علامہ ابن عبدالبر کہتے ہیں کہ السنۃ القائمۃ سے مراد سنت ثابتہ ہے۔ جو قیام اسناد کی بنا پر ہمیشہ کے لئے محفوظ اور معمول بہ ہے۔ او الفریضۃ العادلۃ" سے مراد وہ فریضہ ہے جو بہ ذکر اور اس کے صدق و صواب ہونے کے اعتبار سے قرآن کے مساوی ہے۔

---

[1] فریضۂ عادلہ سے احکامِ وراثت کے بارے میں ہر وہ حکم ہے جس کے ذریعے میت کی وراثت کو عدل و انصاف سے تقسیم کیا جاتا ہے۔

رائے علم نہیں

دیلمی "مسند فردوس" میں، طبرانی "اوسط" میں نیز ابونعیم، خطیب دار قطنی اور ابن عبدالبر روایت کرتے ہیں کہ عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں۔

"علم کی تین اقسام ہیں۔ کتاب ناطق یعنی کتاب اللہ، سنتِ سلف اور "میں نہیں جانتا"۔ اس کی اسناد حسن ہے۔

ابن عبدالبر حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تمام امور تین اقسام میں منقسم ہو جاتے ہیں۔

اوّل: وہ امر جس میں رشد و ہدایت واضح ہے اس کی پیروی کر۔

ثانی: وہ امر جس میں گمراہی اور کجی صاف نظر آتی ہے اس سے اجتناب کر

ثالث: وہ امر جس میں اختلاف ہے۔ اسے اہل علم کے حوالے کر دے۔ حاصل بحث یہ ہے کہ رائے علم کے زمرے میں نہیں آتی۔ اس بارے میں صحابہ، تابعین میں کوئی اختلاف نہیں۔ علامہ ابن عبدالبر کہتے ہیں کہ میری معلومات کے مطابق اس امت کے علمائے متقدمین میں اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں کہ رائے حقیقت میں علم کے زمرے میں نہیں آتی۔ علم کے اصول تو بس کتاب و سنت ہیں۔

علامہ ابن عبدالبر کہتے ہیں کہ اس معنی میں علما و متکلمین کے نزدیک علم وہ ہے جس کا آپ کو یقین ہو اور جو آپ پر صاف واضح ہو جیسے کسی چیز کا یقین ہے وہ چیز اس پر واضح ہے تو اسے اس چیز کا علم ہے۔ لہٰذا اس اعتبار سے جسے کسی چیز کا یقین نہیں اور وہ تقلید کے طور پر اس کے متعلق بات کرتا ہے تو اسے در حقیقت اس

علامہ ابن عبدالبر کے نزدیک اتباع تقلید نہیں

علما کی ایک جماعت کے نزدیک اتباع تقلید نہیں۔ کیونکہ اتباع کا معنی یہ ہے کہ آپ کسی کی اس مسئلہ میں پیروی کریں جس کی صحت اور فضیلت دلیل سے آپ پر واضح ہے۔ اور تقلید یہ ہے کہ آپ اس مسئلہ میں کسی کی پیروی کریں جس کے معنی اور

دلیل کی آپ کو معرفت حاصل نہیں اور اس کے علاوہ کسی اور کی پیروی سے انکار کر دیں۔ اگر آپ کو اس کی خطا اور فسادِ قول معلوم ہے اور آپ اس کے ساتھ اختلاف کے خوف سے اس کی پیروی کرتے ہیں تو اس قسم کی اتباع اللہ تعالیٰ کے دین میں حرام ہے۔

سلف کا اجماع ہے کہ رائے علم کے زمرے میں شمار نہیں ہوتی اس پر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد دلالت کرتا ہے۔

فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ (النساء۔ ۵۹) اگر کسی امر میں تمہارے درمیان تنازعہ واقع ہو جائے تو اسے اللہ اور اس کے رسول کی طرف لوٹاؤ۔

اس آیت کی تفسیر میں عطاؒ ابن ابی رباحؒ میمون بن مہرانؒ اور بعض دیگر علماء کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹانے سے مراد کتاب اللہ کی طرف رجوع ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لوٹانے سے مراد آپؐ کی وفات کے بعد سنت کی طرف رجوع ہے۔ اللہ تعالیٰ کے قول اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول کی تفسیر میں عطاء بن ابی رباح فرماتے ہیں کہ اس سے مراد کتاب و سنت کی اتباع ہے عطاؒ کہتے ہیں کہ "اولی الامر منکم" سے مراد اہلِ علم اور اصحابِ فقہ ہیں یہی تفسیر مجاہدؒ بیان کرتے ہیں۔

عرباض بن ساریہؓ کی حدیث بھی اس اجماع پر دلالت کرتی ہے یہ حدیث سنن ثابتہ میں شمار ہوتی ہے اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ عرباض بن ساریہؓ فرماتے ہیں۔ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں وعظ فرمایا جس سے آنکھوں سے آنسو بہنے لگے دل ڈر گئے۔ ہم نے عرض کی۔

"یا رسول اللہ! یہ تو رخصت کرنے والے کی نصیحت ہے۔" آپ کی کیا وصیت ہے؟ آپؐ نے فرمایا۔ "میں تمہیں صاف روشنی میں چھوڑ رہا ہوں اس کی رات بھی دن کی مانند ہے۔ میرے بعد جو کوئی کجروی اختیار کرے گا۔ ہلاک ہو گا۔ تم

میرے بعد اگر زندہ رہے تو بہت سے اختلافات دیکھو گے۔ تم میری سنت اور خلفائے راشدین ومہدیین کی سنت کو لازم پکڑنا۔ اطاعتِ امیر کا التزام کرنا خواہ تم پر ایک حبشی کو امیر کیوں نہ مقرر کر دیا جائے۔ اس کی اطاعت کو دانتوں سے پکڑے رہنا۔ مومن اُن سدھائے اونٹ کی مانند ہے کہ جب اس کو مقید کر دیا جاتا ہے تو اطاعت کرنے لگ جاتا ہے"۔

علامہ ابن عبدالبر نے بھی اس حدیث کو صحیح اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے۔ مگر انہوں نے اس کے ساتھ یہ اضافہ بھی نقل کیا ہے۔ "دین میں نئی نئی باتوں سے بچتے رہو کیونکہ ہر بدعت گمراہی ہے"۔ ایک اور روایت میں یہ الفاظ ہیں "دین میں نئی نئی باتوں سے بچتے رہو۔ کیونکہ ہر نئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے"۔

اس بارے میں بہت سی احادیث مروی ہیں اس امر پر کہ رائے دین کے زمرے میں نہیں آتی دلالت کے لئے یہی آیت کافی ہے۔

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا۔ (المائدۃ-۳)

آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے اسلام کو دین کے طور پر پسند کر لیا۔

جب اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے پہلے مکمل کر دیا تو پھر یہ رائے کیسی؟ جسے تکمیل دین کے بعد اصحاب رائے نے ایجاد کر لیا۔ اگر یہ رائے ان کے اعتقاد کے مطابق دین کا حصہ ہے تو اس رائے کے بغیر دین مکمل نہیں، یہ چیز قرآن کی نص کو رد کرتی ہے۔ اگر یہ رائے دین کا حصہ نہیں تو پھر ایسی چیز میں مشغول رہنے کا کیا فائدہ۔ جو دین کے زمرے میں نہیں آتی۔

یہ ایسی زبردست دلیل ہے جس کا کوئی جواب مقلدین کے پاس نہیں ہے

اس آیتِ کریمہ کو آپ اصحاب رائے کے خلاف اوّلین مُنہ توڑ دلیل بنالیجیے اُن کے پاس اس کا جواب نہیں۔ اللہ تعالےٰ نے اپنے کتابِ محکم میں ہمیں خبر دی ہے کہ اس نے اپنا دین مکمل کر دیا ہے اور رسول اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی ہی میں ہمیں تکمیل دین کی خبر دے دی تھی۔ اب اگر کوئی شخص اپنی طرف سے کوئی چیز لے کر آتا ہے اور دعوٰی کرتا ہے کہ یہ ہمارا دین ہے تو ہم اس سے کہیں گے کہ اللہ تعالےٰ تم سے زیادہ سچا ہے۔ جاؤ ہمیں تمہاری رائے کی کوئی ضرورت نہیں۔

کاش! مقلدین نے اس آیت طیّبہ کو اچھی طرح سمجھا ہوتا تاکہ وہ تقلید کی مشقت سے آرام پاتے۔ اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ خبر بھی دی ہے کہ اس کا علم ہر چیز کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔

مَا فَرَّطْنَا فِی الْکِتَابِ مِنْ شَیْءٍ۔ ہم نے کتاب میں کمی کوئی نہیں چھوڑی

(الانعام۔ ۳۸)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَنَزَّلْنَا عَلَیْکَ الْکِتَابَ تِبْیَانًا لِکُلِّ شَیْءٍ وَّھُدًی وَّرَحْمَةً۔ ہم نے تجھ پر کتاب نازل کی۔ ہر چیز کو بیان کرنے والی۔ ہدایت اور رحمت بنا کر۔

(النحل۔ ۸۹)

پھر اس نے اپنے بندوں کو حکم دیا کہ وہ اس کی کتاب کے مطابق فیصلہ کریں۔ چنانچہ فرمایا۔

وَاَنِ احْکُمْ بَیْنَھُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰہُ وَلَا تَتَّبِعْ اَھْوَآءَھُمْ اور یہ کہ تو ان کے درمیان اللہ تعالےٰ کی نازل کردہ شریعت کے مُطابق فیصلہ کر اور اُن کی خواہشات کی پیروی نہ کر۔

(المائدۃ۔ ۴۹)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

اِنَّا اَنْزَلْنَا اِلَیْکَ الْکِتَابَ بِالْحَقِّ ہم نے یہ کتاب حق کے ساتھ تیری طرف

لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا أَرَاكَ اللّٰهُ وَلَا تَكُنْ لِّلْخَائِنِيْنَ خَصِيْمًا (النساء۔ ۱۰۵)

نازل کی ہے تاکہ تو لوگوں کے درمیان اس کے مطابق فیصلہ کرے جو اللہ تعالیٰ نے تجھے دکھایا ہے اور تو خائن لوگوں کی [illegible]

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ يَقُصُّ الْحَقَّ وَهُوَ خَيْرُ الْفَاصِلِيْنَ۔ (الانعام۔ ۵۷)

اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا حکم نہیں وہ حق بتلا دیتا ہے اور وہ سب سے اچھا فیصلہ کرنے والا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكَافِرُوْنَ .... وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظَّالِمُوْنَ .... وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ۔ (المائدہ۔ ۴۴، ۴۵، ۴۷)

جو لوگ اللہ تعالیٰ کی اُتاری ہوئی شریعت کے مطابق فیصلے نہیں کرتے تو وہی لوگ کافر ہیں۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی اتاری ہوئی شریعت کے مطابق فیصلے نہیں کرتے۔ وہ وہی لوگ ظالم ہیں۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی اتاری ہوئی شریعت کے مطابق فیصلے نہیں کرتے وہی لوگ فاسق ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر ارشاد کی اتباع کا حکم دیا ہے۔

وَمَا اٰتَاكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ (الحشر۔ ۷)

جو کچھ رسول تمہیں دے اسے لے لو۔ اور جس چیز سے وہ تمہیں روک دے اس سے رُک جاؤ۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو بے شک اللہ تعالیٰ سزا دینے میں بہت سخت ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (آل عمران۔ ۳۱)

تو کہہ دے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو۔ اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

أَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ (آل عمران۔ ۱۳۲)

اللہ اور رسول کی اتباع کرو۔ شاید کہ تم پر رحم کیا جائے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

أَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْكَافِرِينَ (آل عمران۔ ۳۲)

اللہ اور رسول کی اطاعت کرو۔ پس اگر وہ پھر جائیں تو بے شک اللہ تعالیٰ کافروں کو پسند نہیں کرتا۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا (النساء۔ ۶۹)

جو اللہ اور رسول کی اطاعت کرتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جو انبیاء، صدیقین شہداء اور صالحین کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا ہے۔ یہی لوگ بہترین رفیق ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَمَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ وَمَنْ تَوَلَّىٰ فَمَا أَرْسَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ حَفِيظًا (النساء۔ ۸۰)

جو کوئی رسول کی اطاعت کرتا ہے اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جو روگردانی کرتا ہے تو ہم نے تجھے ان پر نگران بنا کر نہیں بھیجا

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ

اے ایمان والے لوگو اللہ کی اطاعت کرو رسول کی اطاعت کرو اور ان لوگوں کی اطاعت کرو جو تم میں سے اولی الامر ہیں اور اگر کسی امر میں تمہارے درمیان تنازع واقع ہو جائے تو تم اس کو اللہ اور رسول

ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا (النساء - ۵۹)

کی طرف لوٹاؤ۔ اگر تم اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں یہ طریقہ اچھا اور تاویل کے اعتبار سے بہتر ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ۔ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ۔ (النساء - ۱۴)

جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اُن کو ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی اور یہی بہت بڑی کامیابی ہے، جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرتا ہے اور اُس کی مقرر کردہ حدوں کو توڑتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو ایسی آگ میں داخل کرے گا جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔ اور اس کے لئے سخت رسوا کن عذاب ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاحْذَرُوْا فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْا اَنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ (المائدہ: ۹۲)

اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو۔ اور ڈرتے رہو اگر تم پھر گئے تو جان رکھو کہ ہمارے رسُول کے ذمے تو صرف صاف پہنچا دینا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (الانفال-۱)

اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔ اگر تم مومن ہو۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ

اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور رسول کی

فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ وَاِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِيْنُ (النور۔۵۴)

اطاعت کرو، اگر تم پھر جاؤ گے تو جان لو کہ رسول کے ذمے تو صرف وہی ہے جس کا اس پر بار ڈالا گیا ہے اور تمہارے ذمہ وہ ہے جس کا بار تم پر ڈالا گیا ہے اگر تم اس کی اطاعت کرو گے تو راہِ راست پالو گے اور رسول کے ذمے تو صاف صاف پہنچا دینے کے سوا کچھ بھی نہیں۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ (النور۔۵۶)

نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور رسول کی اطاعت کرو شاید کہ تم پر رحم کیا جائے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا (الاحزاب۔۷۱)

جو کوئی اللہ اور رسول کی اطاعت کریگا وہ بڑی کامیابی حاصل کرے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْا اَعْمَالَكُمْ (محمد۔۳۳)

اے ایمان والے لوگو اللہ اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال کو باطل نہ کرو۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ

مومنوں کا قول تو جبکہ انہیں اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلایا جاتے تاکہ وہ اُن کے درمیان فیصلہ کرے، صرف یہ تھا کہ وہ کہتے۔ "ہم نے سن لیا اور ہم نے اطاعت کی"

اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (النور۔ ۵۱) یہی وہ لوگ ہیں جو فلاح پائیں گے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (الاحزاب۔ ۲۱) تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بہترین نمونہ ہے۔

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کے وجوب پر استدلال سے ناواقف ہونے کا کوئی فائدہ نہیں۔ مسلمانوں میں فردِ واحد بھی ایسا نہیں جسے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت سے اختلاف ہو۔ جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت سے انکار کرتا ہے وہ کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔

ایک عامی اور مقلد میں فرق

ہم نے یہ آیاتِ کریمہ محض اس لئے نقل کی ہیں کہ مقلد کے دل میں جمود کی جگہ نرمی اور حرکت پیدا ہو۔ بسا اوقات جب وہ اسی قسم کی آیات سنتا ہے تو اس میں اطاعت و انقیاد کی تڑپ پیدا ہوتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہوئے اپنا دین کتاب و سنت سے اخذ کرنا شروع کر دیتا ہے اگرچہ اس اطاعت کی فرضیت کے متعلق ہر مسلمان کو علم ہے مگر انسان اکثر قرآن و سنت کی اس تہدید و وعید سے غافل ہو جاتا ہے اور جب آپ اسے یاد دہانی کرواتے ہیں تو وہ ڈر جاتا ہے۔ خاص طور پر وہ لوگ جن کی نشوونما اور تعلیم و تربیت تقلید کے ماحول میں ہوتی ہے اور وہ اپنے بڑوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ مسلکِ تقلید پر سختی سے قائم ہیں تو وہ یہ سمجھتے ہیں کہ دینِ اسلام وہی ہے جس پر اُن کے بزرگ کاربند ہیں اور جو کچھ اس کے مخالف ہے وہ اسلام نہیں ہے۔ ایسے لوگ جب اپنے مسلک پر نظرِ ثانی کرتے ہیں تو رجوع کر لیتے ہیں۔ لہٰذا جب آپ کسی شخص کو پاتے ہیں کہ اس نے ان مذاہب میں سے کسی مذہب پر نشوونما پائی ہے پھر حصولِ علم سے قبل لوگوں سے اپنے مذہبِ مالوف کے خلاف باتیں سنتا ہے تو وہ ان باتوں کو ناگوار محسوس کرتا ہے۔ اس کا قلب اُن سے اِبا کرتا ہے۔

اور طبیعت نفرت کرتی ہے۔ ہم نے اس قسم کے بے شمار لوگوں کا مشاہدہ کیا ہے ایک صاحب عقل و فہم اپنی عقل سے کام لیتے ہوئے بعض ان دو اشخاص کے مابین موازنہ کرتا ہے جن میں سے ایک کسی ایسے مسئلہ میں آئمہ مذاہب میں سے کسی مذہب کی تقلید کرتا ہے جس پر کوئی دلیل نہیں ہوتی۔ بلکہ اس کا قول محض رائے پر مبنی ہوتا ہے۔ دوسرا وہ ہے جو اس مسئلہ میں قرآن و سنت کی دلیل سے تمسک کرتا ہے۔ تو اسے معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں کے درمیان بہت بعد ہے جس کا ختم ہونا ممکن نہیں۔ جو دلیل سے تمسک کرتا ہے وہ درحقیقت ایسی چیز کو اخذ کرتا ہے جس کو اخذ کرنا اللہ تعالیٰ نے واجب کیا ہے اور وہ ایسی چیز کا اتباع کرتا ہے جسے شارع نے مشروع کیا ہے اور تمام امت کو اس پر جمع کر دیا۔ رہا ان کا اس عالم کی محض رائے کو دلیل بنانا جس سے مقلد تمسک کرتا ہے تو وہ شریعت میں محکوم علیہ ہے۔ وہ حاکم نہیں اور وہ تابع ہے متبوع نہیں۔ اس بارے میں وہ اپنی اتباع کرنے والے ہی کی مانند ہے کہ دونوں پر اس چیز کو قبول کرنا فرض ہے جو شارع کی طرف سے آئی ہے اس اعتبار سے دونوں میں کوئی فرق نہیں مفرق صرف یہ ہے کہ متبوع عالم ہے اور تابع علم سے محروم ہے۔ عالم کے لئے دلیل پر ٹھہرنا ممکن ہوتا ہے اور دلیل کے علاوہ کسی اور طرف رجوع کرنا اس کے لئے ممکن نہیں ہوتا۔ کیونکہ وہ طلب علم، اہل علم سے بحث اور معارف اجتہاد میں حرج سے بچنے کی وجہ سے اس کے لئے تیار ہوتا ہے اور جاہل کے لئے اس اعتبار سے دلیل پر ٹھہرنا ممکن ہوتا ہے کہ وہ دلیل اور نص کے بارے میں علمائے شریعت سے پوچھ کر معلوم کر سکتا ہے۔ کہ اس مسئلہ کے بارے میں کتاب و سنت کیا حکم دیتے ہیں اگر وہ دلیل کو سمجھ سکتا ہے تو علماء اسے دلالتِ نص سمجھا سکتے ہیں۔ ورنہ وہ ایسے پیرائے میں اس نص کی تفہیم کر سکتے ہیں جس سے وہ اس کے مضمون کو سمجھ سکے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ علماء نصوص شریعت کو روایت کرنے والے ہیں اور عامی اس روایت کے طالب ہیں۔ یہ عامی روایت پر عمل کرتا ہے رائے پر عمل نہیں کرتا اور مقلد رائے پر عمل کرتا ہے روایت پر عمل نہیں کرتا، کیونکہ وہ دلیل طلب کئے بغیر دوسرے کے قول پر عمل کرتا ہے اور

یہ عامی اپنے مسئلہ میں دلیل کا مطالبہ کرتا ہے۔ رائے کے متعلق نہیں پوچھتا اور رائے کی بجائے روایت کو قبول کرتا ہے۔ اِس حیثیت سے یہ دونوں ایک دوسرے کے مقابل ہیں۔

آپ غور کیجئے دونوں مقامات میں کتنا فرق ہے۔ وہ عالم دوسرے جس کی تقلید کرتے ہیں۔ دلیل کی تلاش میں جدوجہد کرتا ہے اور جب اسے کوئی بھی دلیل نہیں ملتی۔ تب وہ استنباطِ رائے میں جدوجہد کرتا ہے۔ استنباطِ رائے میں اس کا عذر قابلِ قبول ہے اسی طرح جب وہ اپنے اجتہاد میں غلطی کرجاتا ہے تو اس غلطی میں اس کا عذر قابلِ قبول ہے بلکہ اسے اس اجتہاد میں اجر بھی ملتا ہے، امام بخاریؒ اور مسلمؒ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "جب حاکم اجتہاد کرتا ہے اگر اس کا اجتہاد صحیح ہو تو اسے دو اجر ملتے ہیں اور اگر اس کے اجتہاد میں خطا ہو جائے تو اسے ایک اجر ملتا ہے"۔

لہٰذا جب وہ اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہو گا اور اس پر اپنی غلطی واضح ہو گی تو حجت اور دلیل کے طور پر یہ حدیث اس کے پاس ہو گی اس کے برعکس جب مقلد اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہو گا تو اس کا مواخذہ ہو گا۔ کیونکہ اس نے دین میں ایسے شخص کی تقلید کی ہے جس سے خطا سرزد ہوئی ہے۔ اس خطا پر مجتہد کا عدمِ مواخذہ عقلاً شرعاً او عادتاً اس امر کو مستلزم نہیں کہ جو کوئی اس خطا میں اس کی تقلید کرتا ہے اِس سے بھی مواخذہ نہیں ہو گا۔

تصویبِ مجتہد

اگر مقلد تصویبِ مجتہدؒ کے مسئلہ کا سہارا لیتا ہے تو معلوم

لہ جمہور اہلِ علم کے نزدیک مجتہد سے خطا اور صواب دونوں کا امکان ہے اور معتزلہ کہتے ہیں کہ ہر مجتہد صاحبِ صواب ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ مقامِ اختلاف پر حق ہمیشہ صرف ایک ہوتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد "اِنَّ الحاکم اذا اجتہد فاصاب فلہ اجران واجتہد فاخطأ فلہ اجرٌ" سے مستفاد ہوتا ہے کہ حق وصواب صرف

(باقی اگلے صفحے پر)

ہونا چاہئے کہ اس کے قائلین تو صرف یہ کہتے ہیں کہ تصویب مجتہدین اس معنے میں ہے کہ مجتہد اس اجتہادی خطا پر گنہگار نہیں ہوتا بلکہ وہ حق اجتہاد ادا کرنے پر عند اللہ ماجور ہے۔ تصویب مجتہد کے قائلین یہ نہیں کہتے کہ وہ اس مسئلہ میں اس حق وصواب کو بھی پالیتا ہے جو اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔ کیونکہ یہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادِ منطوق کے بھی خلاف ہے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا "جب حاکم اجتہاد کرتا ہے اگر اس کا اجتہاد صحیح ہو تو اسے دو اجر ملتے ہیں اور اگر اس کے اجتہاد میں خطا ہو جائے تو اسے ایک اجر ملتا ہے"۔

آپ اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی عبارت پر غور فرمائیے یہ حدیث تمام محدثین کے نزدیک صحیح ہے اور مسلمانوں کے تمام فرقوں کے ہاں مقبول ہے۔ آپؐ کا ارشاد ہے "اگر اس کے اجتہاد میں خطا ہو جائے"۔

وہ تمام اجتہادی آراء جو ایک مجتہد سے صادر ہوتی ہیں دو اقسام پر مشتمل ہیں۔

اوّل وہ آراء جو حق وصواب کے مطابق ہوتی ہے۔

ثانی وہ آراء جو مجتہد کی اجتہادی غلطی شمار ہوتی ہیں۔

لہٰذا کوئی کیسے یہ کہہ سکتا ہے مجتہد کی رائے ہر صورت میں حق وصواب کے مطابق ہوتی ہے۔ درآں حالیکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجتہادی غلطی کو اس کی طرف منسوب کیا ہے۔

اگر کوئی یہ سمجھتا ہے کہ تصویب مجتہد کے قائلین کی مُراد ہے کہ مجتہد مطلقاً حق و صواب پر ہوتا ہے تو وہ سخت غلطی پر ہے اور وہ ان کی طرف ایسی بات منسوب کرتا ہے جس سے وہ بری ہیں۔ بنابریں محققین کی ایک جماعت نے تصویب مجتہد کے

(بقیہ صفحہ گذشتہ) ایک ہے اور جب مجتہد اپنی کوشش و اجتہاد سے اس حق کی موافقت حاصل کر لیتا ہے تو صاحب صواب کہلاتا ہے اور وہ دُہرے اجر کا مستحق ٹھہرتا ہے اور اگر وہ وصولِ حق کی کوشش و اجتہاد کے باوجود حق کی موافقت حاصل نہیں کر پاتا تو وہ صاحبِ خطا ہے اور صرف ایک اجر کا مستحق ہے۔

قائلین کی مراد کو یوں واضح کیا ہے کہ مجتہد ایسے حق وصواب پر ہوتا جو خطا کے منافی نہیں ہے اور اس سے مراد وہ حق وصواب نہیں جو خطا کے بالمقابل ہوتا ہے۔ اور مجتہد کی اجتہادی غلطی کو صواب کا نام دینا اس اعتبار سے ہے کہ نص میں اس اجتہادی غلطی پر اجر کا وعدہ ہے۔ اسی کو صواب سے موسوم کرنا اس اعتبار سے نہیں کہ نفس الامر میں مجتہد سے خطا سرزد نہیں ہوتی۔ اور اہل علم میں سے کوئی بھی اس کا قائل نہیں، اگر کوئی اس مسئلہ کو نہیں سمجھ سکتا تو یہ اس کے فہم کا قصور ہے اور اسے اپنے فہم کو متہم کرنا چاہئے اور اسے اس شخص کی ایضاح کو قبول کر لینا چاہئے جو علماء کے کلام کی اس سے زیادہ معرفت رکھتا ہے۔

مقلدین قرآن مجید کی آیت فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ سے استدلال کا سہارا لیتے ہیں حالانکہ یہ کتاب وسنت کے ثابت شدہ حکم کے متعلق اہل علم سے سوال پر اقتصار ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اہل علم پر واجب ٹھہرایا ہے کہ وہ اس کے احکام کو اس کے بندوں پر واضح کریں یہ سوال جس کو اللہ تعالیٰ نے مشروع قرار دیا ہے درحقیقت اہل علم سے شرعی حجت و دلیل کے متعلق سوال اور مطالبہ ہے۔ اس طرح اہل علم کی حیثیت راوی اور سائل کی حیثیت روایت کے طالب کی سی ہو جاتی ہے۔ مقلد کو خود اپنے بارے میں اس بات کا اقرار ہے کہ وہ اپنے امام کا قول کسی شرعی حجت کے مطالبے کے بغیر قبول کرتا ہے۔

تب مذکورہ بالا آیت کریمہ تقلید پر نہیں بلکہ اتباع پر دلیل ہے اور ہم نے یہ فرض کرتے ہوئے کہ آیت مذکورہ میں سوال عام ہے گذشتہ صفحات میں اتباع اور تقلید میں فرق کو واضح کر دیا ہے نیز ہم یہ بھی پیش خدمت کر چکے ہیں کہ آیت مذکورہ کے سیاق و سباق سے یہ بات مستفاد ہوتی ہے کہ سوال خاص نوعیت کا ہے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ وَمَا اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِیْٓ اِلَیْهِمْ فَاسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ اس آیت کی وہ تفسیر بھی ہم

آپ کے سامنے رکھ چکے ہیں جو اہلِ علم نے کی ہے۔ اس سے آپ پر واضح ہو گیا ہوگا کہ اس آیت کو ایک خاص نوعیت کا سوال قرار دینے سے اہلِ تقلید کی دلیل بے کار جاتی ہے اور اس سوال کو عام فرض کر لینے سے یہ دلیل ان کی تائید کرنے کی بجائے ان کے خلاف جاتی ہے۔

اصولی مسائل میں تقلید جائز نہیں

نیز ہم مقلد سے سوال کرتے ہیں کہ آپ عبادات و معاملات کے مسائل میں عالم کی تقلید کرتے ہوئے جوازِ تقلید کے اصل مسئلہ میں مقلد ہیں یا مجتہد؟ اگر آپ مقلد ہیں تو آپ نے ایسے مسئلہ میں تقلید اختیار کی جس میں آپ کا امام تقلید کو جائز قرار نہیں دیتا۔ کیونکہ یہ اصولی[۱] مسئلہ ہے اور خود آپ کے نزدیک تقلید تو صرف فروعی مسائل میں ہو سکتی ہے یہ آپ نے کیا کیا؟ آپ گہرے اور تاریک گڑھے میں کیسے گر گئے۔ حالانکہ آپ اس سے بچ سکتے تھے۔ اگر آپ اس اصولی مسئلہ میں اجتہاد کرتے ہیں تو آپ کیلئے تقلید جائز نہیں کیونکہ اس قسم کے اصولی اور مشکل مسئلہ میں آپ اس وقت تک اجتہاد پر قادر نہیں ہو سکتے جب تک کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے علم سے نہ نوازا ہو جو انسان کو اندھیروں سے نکال روشنی میں لے آتا ہے مگر آپ اپنے آپ کو ایسی چیز میں ڈال رہے ہیں جس کا کوئی جواز نہیں۔ اور دین میں آپ رجال کی تقلید کر رہے ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس سے بے نیاز کر دیا ہے اور آپ اپنے آپ کو تقلید کی دلدل سے نکال سکتے ہیں۔ ہم یہ بات

---

[۱] وجودِ باری تعالےٰ اور اس کی صفات کے متعلق عقلی مسائل میں تقلید کے بارے میں اہلِ علم میں اختلاف ہے۔ امام رازی "المحصول" میں بہت سے فقہاء سے نقل کرتے ہیں کہ ان مسائل میں تقلید جائز ہے۔ جمہور کا مذہب یہ ہے کہ ان مسائل میں تقلید جائز نہیں۔ استاذ ابو اسحاق نے اسے اہلِ علم کے اجماع کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ امام الحرمین کہتے ہیں کہ اصولی مسائل میں حنابلہ کے سوا کوئی تقلید کا قائل نہیں (ارشاد الفحول ص ۲۶۶)

اس بنا پر کہہ رہے ہیں کہ اجتہاد میں تبعیض نہیں ہوتی بعض مسائل میں اجتہاد پر صرف وہی قادر ہوتا ہے جو تمام مسائل میں اجتہاد پر قادر ہو کیونکہ اجتہاد نفس کا ملکہ ہے جو صرف اس وقت حاصل ہوتا ہے جب نفس کو اس کے تمام معارف کا احاطہ ہو جاتا ہے۔

اگر آپ اس دلیل کا سہارا لیں کہ اجتہاد میں تبعیض ہوتی ہے تو ہم آپ سے یہ سوال کرتے ہیں۔

"یہ امر کہ اجتہاد میں تبعیض ہوتی ہے آپ کو اجتہاد سے معلوم ہوا یا تقلید سے؟ اگر آپ کو تقلید سے معلوم ہوا ہے تو یہ ایک ایسا اصولی مسئلہ ہے جس میں خود آپ کو اور آپ کے امام کو اعتراف ہے کہ تقلید جائز نہیں۔ اور اگر آپ کو یہ امر اجتہاد کے ذریعے معلوم ہوا ہے تو یہ ایک خاص مسئلہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو اجتہاد کی استطاعت عطا کی ہے۔ پھر آپ نے فروعی مسائل میں اجتہاد کیوں نہیں کیا۔ حالانکہ فروعی مسائل میں اجتہاد اصولی مسائل میں اجتہاد سے آسان تر ہے؟ فروعی مسائل میں بھی اجتہاد کیجئے۔ علوم اجتہاد کے حصول پر زیادہ سے زیادہ توجہ دیجئے۔ یہاں تک کہ آپ اہل اجتہاد میں شمار ہونے لگیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے اس بوجھ کو دور کر دے گا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو علم کی روشنی عطا کی ہے اس کے ذریعے تقلید کی تاریکی کو دور کر دے گا۔ جب آپ اجتہاد اکبر کے مقام پر پہنچنے کی کوشش کریں گے تو سمجھ لیجئے کہ مسافت بہت قریب ہے، جو بعض پر قادر ہے وہ کل پر بھی قادر ہو سکتا ہے جو مدارک اصولیہ میں حق کو پہچان سکتا ہے وہ فروعی مسائل میں بھی حق کو پہچاننے پر قادر ہے۔ علوم اجتہاد کی کماحقہٗ معرفت حاصل کرنے کے بعد آپ کو تقلید اور تبعیض اجتہاد کے بطلان کی معرفت ہو جائے گی۔ بلکہ اگر آپ تعصب کو دور کر کے اپنے آپ کو ان چند صفحات کے سمجھنے پر آمادہ کریں جو میں نے آپ کی خاطر تحریر کئے ہیں تو آپ کی عقل و فہم قبل اس کے کہ آپ میں معارف اجتہاد جمع ہوں آپ کو اس نتیجے پر پہنچا دے گی۔ کہ یہ صواب اور حق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں میں سے اکثریت کو فہم سے

نوازا ہے اور اہلِ توفیق کبھی حق سے محجوب نہیں ہوتے۔ انصاف و جدانِ حق پر سچا گواہ ہے۔ بنا بریں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا آعْلَمُ النَّاسِ اَبْصَرُھُمْ بِالْحَقِّ اِذَا اخْتَلَفَ النَّاسُ (لوگوں میں اختلاف کے موقع پر سب سے زیادہ علم رکھنے والا سب سے زیادہ حق کی بصیرت رکھتا ہے)۔ اس حدیث کو حاکم نے اپنی "مستدرک" میں روایت کرنے کے بعد اس کو صحیح کہا ہے۔ حاکمؒ کے علاوہ بعض دیگر محدثین نے بھی اس کی تخریج کی ہے۔

اگر آپ کو تقلید پر اصرار ہے اور اپنی جہالت کی بنا پر ڈھٹائی سے باز نہیں آتے اور کہتے ہیں کہ ہر چند کہ جوازِ تقلید کا مسئلہ اصولی مسئلہ ہے اور اہلِ علم بھی اس پر متفق ہیں کہ اصولی مسائل میں تقلید جائز نہیں اور تمام اہلِ تقلید کے ہاں یہ معروف ہے۔ مگر میں کہتا ہوں کہ اس مسئلے میں اور دیگر تمام مسائلِ اصول میں تقلید جائز ہے۔

اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ اصولی مسائل میں تقلید کا جواز آپ کو کہاں سے معلوم ہوا۔ یہ جوازِ تقلید کی بنا پر ہے تو ہم آپ سے پوچھتے ہیں کہ آپ کس کی تقلید کر رہے ہیں کیونکہ گزشتہ سطور میں ہم آپ کو بتا چکے ہیں کہ تمام آئمہ مذاہب نے تقلید سے منع کیا ہے اصولی مسائل میں تو کیا وہ تو فروعی مسائل میں بھی تقلید سے منع کرتے تھے۔ اگر آپ کہتے ہیں کہ آئمہ مذاہب یا اُن میں سے کسی ایک کی تقلید کرتا ہوں۔ اور یہ وہ امام ہے جس کی آپ کوئی دلیل اور حجت طلب کئے بغیر تمام مسائل میں تقلید کرتے ہیں۔ تب آپ اپنے امام کے متعلق جھوٹ کہتے ہیں اور جھوٹی اور باطل باتوں سے اپنے نفس کو معلول کرتے ہیں۔ کیونکہ آپ کے سوا دوسرے لوگ جو آپ کے امام کے مذہب اور اس کی نصوص کا زیادہ علم رکھتے ہیں۔ روایت کرتے ہیں کہ آپ کے امام نے تقلید سے منع کیا ہے اگر آپ کہتے ہیں کہ میں اپنے امام کے علاوہ کسی اور کی تقلید کرتا ہوں تو ہم آپ سے

پوچھتے ہیں کہ وہ کون ہے جس کی آپ تقلید کرتے ہیں نیز آپ نے خاص طور پر اس مسئلہ میں اپنے امام کے سوا کسی اور کی تقلید کیونکر گوارا کر لی بالجملہ جو کوئی اپنے دین کو اس حد تک کھیل بنا لیتا ہے وہ بہائم سے بہت مشابہ ہے۔ کاش یہ مقلدین تمام مسائل میں اپنے امام کی تقلید کرتے۔ کیونکہ اگر ایسا کرتے تو ان پر یہ لازم تھا کہ وہ مسئلہ تقلید میں بھی ان کی تقلید کرتے اور ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم جیسا کہ گزشتہ سطور میں گزر چکا ہے اس اصولی مسئلہ میں عدم جواز کے قائل ہیں۔ اگر اس میں بھی ان کی اقتدا کرتے تو تمام مسائل میں تقلید چھوڑنی پڑتی اور اپنے آپ کو تقلید کے پھندے نکال لیتے۔

ہم اس مقلد سے پوچھتے ہیں کہ آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ آپ کا امام تمام علوم اجتہاد پر حاوی ہے اور آپ کو یہ معرفت کیسے حاصل ہو گئی۔ آپ تو اپنے جاہل ہونے کا دعویٰ کر رہے تھے اور اب خود ہی اس دعویٰ کو جھٹلا رہے ہیں۔ اگر وہ یہ کہتا ہے کہ مجھے اہل علم نے خبر دی ہے کہ میرے امام میں تمام علوم اجتہاد جمع تھے۔ تب ہم اس سے یہ پوچھیں گے کہ وہ شخص جس نے آپ کو یہ خبر دی ہے مقلد ہے یا مجتہد۔ اگر وہ یہ کہتا ہے کہ وہ مقلد ہے تو ہم اس سے پوچھتے ہیں کہ ایک مقلد کو یہ معرفت کیسے حاصل ہو گئی کہ آپ کا امام تمام علوم اجتہاد پر حاوی تھا۔ وہ بھی اپنے بارے میں اسی طرح جہل کا اعتراف کر رہا ہے جیسے آپ جاہل ہونے کا اقرار کرتے ہیں۔ اگر مقلد کہتا ہے کہ مجھے یہ خبر ایک مجتہد شخص نے دی ہے تو ہم اس سے پوچھتے ہیں کہ آپ نے کیسے پہچانا کہ وہ مجتہد ہے کیونکہ آپ تو اپنی جہالت کا اقرار کرتے ہیں۔ پھر اس پر ان سوالات کا سلسلہ جاری رکھیں گے جو کبھی ختم نہیں ہو گا۔ ہم مقلد سے پوچھتے کہ آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ حق صرف اسی کے پاس ہے جس کی آپ تقلید کرتے ہیں۔ حالانکہ آپ جانتے ہیں کہ دیگر ائمہ کرام نے تقریباً ہر مسئلہ میں آپ کے امام کی مخالفت کی ہے؟ اگر آپ یہ کہتے ہیں کہ مجھے یہ چیز تقلید کے ذریعے معلوم

ہوئی تو اس کا جواب یہ ہے کہ مقلد کیسے حق اور اہلِ حق کی معرفت حاصل کر سکتا ہے حالانکہ اسے اعتراف ہے کہ وہ دلیل کا مطالبہ نہیں کرتا اور جب دلیل اس کے پاس آتی ہے تو وہ دلیل میں غور و فکر نہیں کرتا۔ یہ آپ اپنے متعلق جھوٹ کیوں بول رہے ہیں حالانکہ خود آپ کی اپنی زبان اس کے بطلان پر گواہی دے رہی ہے۔ بلکہ آپ کے دعویٰ کے خلاف ہر مقلد و مجتہد شاہد ہے۔ اگر آپ کہتے ہیں کہ یہ چیز مجھے اجتہاد کے ذریعے معلوم ہوئی ہے تو پھر آپ مقلد نہیں رہیں گے۔ اور آپ کا شمار اہلِ تقلید میں نہیں ہو گا۔ بلکہ تقلید تو آپ پر حرام ہے یہ آپ کو کیا ہو گیا ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی نعمت کی ناشکری کر رہے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ — اور تو اپنے رب کی نعمت کا تذکرہ کرتا رہ۔

(الضحیٰ ۔ ۱۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"اللہ تعالیٰ کو اپنے بندے پر اپنی نعمت کا اثر دیکھنا بہت پسند ہے"۔ اور نعمتِ علم کی تحدیث یہ ہے کہ صاحبِ علم اپنے علم پر عمل کرے اور اللہ تعالیٰ نے جس بندگی کی طرف اسے دعوت دی ہے اسے اس طرح بجا لائے جیسا کہ اس نے کتاب و سنت میں حکم دیا ہے۔ ایک ایسا متفق علیہ امر ہے جس میں کسی حال میں بھی کسی کو کوئی اختلاف نہیں اور آپ اپنی کوتاہی کے ساتھ ساتھ اپنی تقلید کی وجہ سے اُن لوگوں کے زمرے میں آتے ہیں جو دین پر بغیر کسی بصیرت کے عمل کرتے ہیں۔ ان امور کو ترک کر کے جو شک و شبہے سے بالاتر ہیں مشکوک امور کو اختیار کرتے ہیں اور آپ حق کے بدلے ایسی چیز لے لیتے ہیں جس کے متعلق آپ خود نہیں جانتے کہ وہ کیا ہے اگر آپ مجتہد ہیں تو آپ کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے علم عطا کر کے گمراہ کر دیا ہے۔ اُن کے دلوں اور کانوں پر مہر لگا دی ہے اور اُن کی آنکھوں پر پردہ

ڈال دیا ہے۔ وہ اپنے علم سے فائدہ نہیں اٹھاتے۔ ان کا علم اس کے خلاف حجت ہے وہ روشنی کو چھوڑ کر اندھیروں کی طرف لوٹ گئے۔ انہوں نے یقین کا مضبوط سہارا چھوڑا اور شکوک و شبہات کا کمزور سہارا لے لیا۔ وہ اوجِ ثریا کی بلندیوں سے تحت الثریٰ کی پستیوں میں جا گرے۔ خدا تجھے نہ اٹھائے بلکہ تم ہاتھوں اور منہ کے بل پڑے رہو۔ یہ تو اس مقلد کا معاملہ ہے جو یہ کہتا ہے کہ میرے امام کی تمام آراء حق ہیں۔

اگر وہ یہ اقرار کرتا ہے کہ اس کے امام کی آراء میں سے کچھ آراء حق ہیں اور کچھ باطل، اور یہ کہ وہ بشر ہے اور اس سے خطا اور صواب دونوں کا امکان ہے خاص طور پر ایسی آراء میں جن کو کوئی دلیل سہارا نہیں دیتی۔ تو ہم اس سے کہیں گے کہ اگر آپ اس مسلک کے قائل ہیں تو یہ صحیح ہے آپ کے امام کا بھی یہی مسلک ہے آپ کے امام کے مذہب اور ان کی مدوّن شدہ آراء کے متعلق اگر کوئی سائل پوچھتا تو وہ یہی جواب دیتے تھے۔ لیکن ہمیں یہ بتائیے کہ کس چیز نے اُن آراء کو جو حق اور باطل دونوں پر مشتمل ہیں۔ آپ کے گلے کا ہار اور آپ کا دین بنا دیا ہے کہ آپ اس کی کسی بات کو ترک نہیں کرتے۔ آپ کا امام تو اپنی خطا میں اللہ تعالیٰ کے ہاں معذور ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے اسے اس خطا پر اجر کا حقدار ٹھہرایا ہے جیسا کہ گزشتہ صفحات میں گزر چکا ہے کیونکہ وہ مجتہد ہے اور مجتہد سے اپنے اجتہاد میں غلطی ہو جائے تب بھی وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصریح کے مطابق عند اللہ ماجور ہے۔ آپ کو کس نے بتایا ہے۔ کہ غلطی اور خطا کی اتباع کرنے میں آپ عند اللہ معذور ہیں اور اس کے لئے آپ کے پاس کون سی دلیل ہے؟ اگر آپ یہ کہتے ہیں کہ میں تقلید چھوڑ دیتا ہوں اور نصوص کے بارے میں اہلِ علم سے سوال کرتا ہوں لیکن پھر بھی مجھے صواب کا قطعی یقین نہیں ہوتا۔ کیونکہ اس امر کا پورا احتمال موجود ہے جس کے متعلق میں نے پوچھا ہے اور اسے اختیار کیا ہے وہ حق ہو اور یہ بھی احتمال ہے کہ وہ باطل ہو۔

تو اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ معاملہ اس طرح نہیں جس طرح آپ سمجھتے ہیں بلکہ صحیح دلیل کے ساتھ تمسک کرنا تمام تر حق ہے اس میں ذرہ بھر بھی باطل نہیں فرض کیا آپ کسی دینی مسئلہ میں کتاب و سنت کے علماء سے کوئی فتویٰ پوچھتے ہیں تو ان کے تقویٰ سے یہ بات بہت بعید ہے کہ وہ آپ کو کتاب و سنت کے بغیر کوئی فتویٰ دیں۔ کیونکہ آپ نے تو ان سے اس مسئلہ میں صرف کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم پوچھا ہے اور یہ علما بلکہ تمام مسلمان جانتے ہیں کہ کتاب اللہ اور سنتِ رسول سراسر حق ہیں۔ بفرضِ محال اگر مفتی تحقیق میں قاصر رہتا ہے اور صحیح حدیث کو چھوڑ کر ضعیف حدیث یا محکم آیت کو نظر انداز کر کے کسی منسوخ آیت پر فتویٰ دیتا ہے تو اس میں آپ پر کوئی حرج نہیں کیونکہ آپ نے تو اپنا فرض ادا کر دیا کہ آپ نے اہلِ علم سے شریعتِ مطہرہ کے متعلق پوچھا ہے رجال کی آراء نہیں پوچھیں۔ مقلد اپنے مفتی سے آپ کی طرح نہیں پوچھتا اور اپنے امام کے متعلق یہ گمان نہیں رکھتا کہ کوئی باطل بات کہنا اس کے تقویٰ سے بعید تر ہے کیونکہ ہم آپ کو بتا چکے ہیں کہ مقلد کو اس امر کا اعتراف ہے کہ اس کے امام کی بعض آراء غلط ہو سکتی ہیں۔ اور امام نے اسے یہ حکم نہیں دیا کہ وہ خطا کی صورت میں بھی اس کی پیروی کرے بلکہ اس نے تو اس سے منع کیا ہے جیسا کہ اس بارے میں گزشتہ صفحات میں ہم تمام آئمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم اجمعین اور دیگر اہلِ علم کی تصریحات آپ کی خدمت میں پیش کر چکے ہیں۔ اس کے برعکس جب آپ کسی سے کتاب و سنت کے مطابق فتویٰ پوچھتے ہیں تو وہ آپ کو کتاب و سنت کے مطابق فتویٰ دیتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ کتاب و سنت تمام تر حق ہے کتاب و سنت ہدایت اور نور ہے اور آپ نے صرف کتاب و سنت کے متعلق پوچھا ہے۔

اے مقلد! آپ کو اعتراف ہے کہ ان تمام فرعی مسائل میں جن میں آپ تقلید کرتے ہیں، آپ کو علم نہیں کہ حق کیا ہے اور جب ہم آپ کو بتاتے ہیں۔ کہ

آپ جو تقلید کرتے ہیں جائز نہیں تو آپ اپنے آپ کو ایسے مقام اور منصب پر سمجھتے ہیں جس کے آپ مستحق اور اہل نہیں ہیں۔ جوازِ تقلید کے لئے آپ دلائل دیتے ہیں اور ان شبہات کا اظہار کرنے لگ جاتے ہیں جن کا ہم اس کتاب میں ذکر کر چکے ہیں۔ آپ اس عظیم اصولی مسئلے میں وہ رویہ کیوں اختیار نہیں کرتے جو آپ فروعی مسائل میں اختیار کرتے ہیں۔ آپ اس مسئلہ میں اہل علم کا سا مسلک کیوں اختیار نہیں کرتے۔ وہ شخص کبھی ہلاک نہیں ہو سکتا جو اپنی قدر پہچان لیتا ہے۔ آپ اس مقام پر یہ کہیے کہ مجھے معلوم نہیں میں نے لوگوں کو جو یہ کہتے سنا ہے اور میں بھی وہی کہتا ہوں۔" قبر میں منکر نکیر کے سامنے بھی آپ کا یہی جواب ہو گا۔ آپ سے کہا جائے گا۔ تم نے معلوم نہیں کیا تم نے قرآن نہیں پڑھا؟ جیسا کہ صحیح احادیث میں آتا ہے۔ اور جب آپ کو اعتراف ہے کہ آپ نہیں جانتے تو لاعلمی کا علاج تو "سوال کرنا" ہی ہے۔ آپ مسئلہ تقلید میں اس شخص سے پوچھ لیجئے جس کے علم دین اور انصاف پسندی پر آپکو بھروسہ ہے۔ آپ کو بصیرت حاصل ہو جائے گی بلکہ اگر آپ کا امام زندہ ہوتا جس کی آپ تقلید کرتے ہیں تو ہم آپ کو اسی کے پاس بھیجتے اور ہم آپ سے کہتے کہ آپ اس کی اتباع کریں اور آپ کا امام پہلا شخص ہوتا جو کہ آپ کو تقلید سے منع کرتا جیسا کہ سابقہ سطور میں ہم آپ پر واضح کر چکے ہیں۔ مگر آپ کا امام تو مر چکا ہے اور ڈھیروں مٹی کے نیچے مدفون ہے اب آپ شریعت کے متعلق ان علماء سے پوچھئے جو اس وقت موجود ہیں۔ الحمد للہ وہ تمام بلادِ اسلامیہ میں ہر جگہ موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے اپنے دینِ متین کی حفاظت فرماتا ہے اور ان کے ذریعے اپنے بندوں پر حجت قائم کرتا ہے۔

اگر وہ بعض حالات میں حق کو چھپاتے ہیں تو صرف تقیہ کی بناء پر جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ اِلَّا اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً ؕ الآیہ کہ تم ان سے کوئی ڈر ہو) یا مداہنت کی بناء پر یا مال اور رجاہ کے لالچ کی بناء پر۔ مگر جب ان کو

معلوم ہو جاتا ہے کہ سائل طالبِ حق ہے اور حق میں رغبت رکھتا ہے واقعی وہ دین کے بارے میں جاننا اور صحابہ و تابعین کی راہ پر گامزن ہونا چاہتا ہے تو اس سے نہ حق کو چھپاتے ہیں اور نہ اس سے انحراف کرتے ہیں۔ اگر آپ کو کسی عالم پر اس قدر اعتماد اور وثوق نہیں جس قدر آپ کو اپنے امام پر ہے جس کے مذہب پر آپ نے تربیت پائی ہے تو آپ اپنے امام کی اِن نصوص کی طرف رجوع کریں جن میں سے بعض کی طرف ہم نے اشارہ کیا ہے۔ یقیناً آپ کی تسلی ہو جائے گی۔ اے مقلد! اللہ تعالیٰ آپ کو ہدایت دے، آپ جان لیجئے کہ اگر آپ اپنے آپ کے ساتھ انصاف کرتے ہوئے ہماری اِن گزارشات پر غور کریں اور ان کو سمجھنے کی کوشش کریں جو ہم نے اس کتاب میں آپ سے کی ہیں تو آپ کو اس امر میں کوئی شک نہیں رہے گا کہ آپ ایک عظیم خطرے سے دوچار ہیں اور یہ صرف اِس صُورت میں ہے کہ آپ اپنی عبادات و معاملات میں صرف داعیۂ احتیاج کی بنا پر تقلید پر اقتصار کرتے ہیں اور اگر آپ تقلید کے گھٹیا مقام پر ہوتے ہوئے سائلین کو فتویٰ بھی دیتے ہیں، اور لوگوں کے جھگڑوں میں فیصلہ بھی کرتے ہیں تو آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ آپ امتحان اور آزمائش میں مبتلا ہیں اور آپ کے ذریعے دُوسروں کا امتحان اور آزمائش ہے کیونکہ آپ اپنے احکامات کے ذریعے خون بہائیں گے۔ لوگوں سے اُن کی املاک اور حقوق چھین کر دُوسروں کو عطا کریں گے۔ حرام کو حلال اور حلال کو حرام ٹھہرائیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ سے ایسی باتیں منسوب کریں گے جن کی قرآن وسُنّت میں کوئی سند نہیں۔ بلکہ آپ ایسی باتیں کریں گے جن کے متعلق آپ خود بھی نہیں جانتے کہ آیا وہ حق ہیں یا باطل۔ اِس صُورتِ حال کا اعتراف کرتے ہوئے آپ یہ بتائیے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں آپ کا کیا جواب ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حکام کو حکم دیا ہے کہ وہ بندوں کے درمیان اس ہدایت کے مطابق فیصلے کریں جو اللہ تعالیٰ نے نازل کی ہے اور آپ خود نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ نے جو ہدایت نازل کی ہے

اور آپ خود نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ نے ہدایت نازل کی ہے اس سے اس کی منشاء و مراد کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حکام کو حکم دیا ہے کہ وہ حق کے مطابق فیصلے کریں مگر آپ خود نہیں جانتے کہ حق کیا ہے۔ آپ کا مسلک تو یہ ہے کہ "بس میں نے لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے۔ اس لئے میں بھی یہی کہتا ہوں"۔ اور اللہ تعالیٰ نے حکام کو عدل کرنے کا حکم دیا ہے مگر آپ خود عدل اور ظلم و جور میں امتیاز کرنے سے قاصر ہیں۔ کیونکہ عدل وہ ہے جو شریعت کے مطابق ہے اور ظلم و جور وہ ہے جو شریعت کے خلاف ہے۔ یہ وہ امور ہیں جن تک آپ جیسا مقلد نہیں پہنچ سکتا بلکہ وہ کوئی اور ہے جو ان پر مامور ہے۔ آپ اس چیز کو کیسے قائم کر سکتے ہیں جس پر آپ مامور نہیں اور جس کے قیام کے لئے آپ کو بلایا نہیں گیا۔ آپ فیصلوں میں ان اصولوں پر کیسے عمل کر سکتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ ہدایات کے مطابق نہیں ہیں۔ ورنہ آپ کا شمار ان لوگوں کے زمرے میں ہوگا۔ جن کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ (المائدہ۔ ۴۵)
جو لوگ اللہ تعالیٰ کی اتاری ہوئی شریعت کے مطابق فیصلے نہیں کرتے۔ وہی لوگ ظالم ہیں۔

وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ (المائدہ۔ ۴۷)
جو لوگ اللہ تعالیٰ کی اتاری ہوئی شریعت کے مطابق فیصلے نہیں کرتے۔ وہی لوگ فاسق ہیں۔

وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ۔
جو لوگ اللہ تعالیٰ کی اتاری ہوئی شریعت کے مطابق فیصلے نہیں کرتے۔ وہی لوگ

تین قسم کے قاضی

مذکورہ بالا آیات شریفہ کا اطلاق ان تمام لوگوں پر صادق آتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ شریعت کے مطابق فیصلے

نہیں کرتے اور آپ یہ دعوٰی نہیں کر سکتے۔ کہ آپ اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ شریعت کے مطابق فیصلے کر رہے ہیں بلکہ آپ تو یہ اقرار کرتے ہیں کہ آپ نے فلاں عالم کے قول کے مطابق فیصلہ کیا ہے اور آپ نہیں جانتے کہ اس کا یہ قول جس کے مطابق آپ نے فیصلہ کیا ہے اس کی رائے پر مبنی ہے یا اس کا شمار ان مسائل میں ہوتا ہے جن پر اس نے کسی دلیل سے استدلال کیا ہے پھر آپ یہ بھی نہیں جانتے کہ آیا اس کا استدلال صحیح ہے یا غلط اور آیا اس نے کسی قوی دلیل سے استدلال کیا ہے یا کسی کمزور دلیل سے۔ دیکھئے! آپ نے اپنے ساتھ کیا ہے۔ آپ کی جہالت صرف آپ کی ذات تک محدود نہ رہی بلکہ آپ نے بندوں کے معاملات میں بھی جہالت سے کام لیا۔ آپ نے قصاص کے فیصلے کئے حدود قائم کیں اور ایسے احکام کے ذریعے حرموں کی پردہ دری کی جن کے متعلق آپ خود بھی نہیں جانتے۔ جہالت کا برا ہے خصوصاً ایسی جہالت جسے ایک جاہل شخص اپنے لئے اور تمام مسلمانوں کے لئے دین اور شریعت قرار دے دے محققین کے نزدیک ایسا شخص طاغوت ہے اگرچہ وہ تلبیس کے باریک پردے میں مستور ہے۔ اے مقلد قاضی! ہمیں بتایئے آپ ان تین قاضیوں میں سے کون سے قاضی ہیں۔ جن کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "القضاة ثلاثة قاضيان في النار وقاضٍ في الجنة" (قاضی تین ہیں جن میں سے دو جہنم میں جائیں گے اور ایک جنت میں) جہنم میں جانے والے قاضیوں میں سے ایک قاضی جو ناحق فیصلے کیا کرتا تھا۔ دوسرا قاضی وہ ہے جو حق کے ساتھ فیصلے کرتا تھا۔ مگر حق کو جانے بغیر۔ جنت میں جانیوالا قاضی وہ ہے جو حق کو پہچان کر حق کے مطابق فیصلے کرتا۔ کیا آپ قسم اٹھا سکتے ہیں کہ آپ حق کو پہچان کر حق کے مطابق فیصلے کرتے ہیں؟ اگر آپ کا جواب ہاں ہے تو خود آپ اور تمام اہل علم گواہی دیتے ہیں کہ آپ اس دعوٰی میں جھوٹے ہیں کیونکہ آپ خود اعتراف کرتے ہیں کہ آپ کو حق کا علم نہیں۔ اور تمام لوگ مجتہد اور

مقلد کے امتیاز کے بغیر گواہی دیتے ہیں۔ اگر آپ یہ کہتے ہیں کہ میں تو صرف اپنے قول کے مطابق فیصلہ کرتا ہوں اور میں نہیں جانتا کہ یہ قول حق ہے یا باطل جیسا کہ روئے زمین کے ہر مقلد کا یہی حال ہے۔

تو آپ اپنے اقرار کے مطابق ان دو قاضیوں میں شمار ہوتے ہیں۔ جو جہنم میں جائیں گے۔ یا تو اس بنا پر کہ آپ حق کے مطابق فیصلے کرتے ہیں۔ مگر حق کو جانے بغیر یا اس بنا پر کہ آپ حق کے خلاف فیصلے کرتے ہیں۔ کیونکہ آپ کا یہ فیصلہ دو امور سے خالی نہیں آپ کا فیصلہ یا تو حق کے مطابق ہے یا حق کے خلاف ہے۔ دونوں صورتوں میں نص کے مطابق آپ کا شمار جہنم میں جانیوالے قاضیوں میں ہوتا ہے۔ ہماری اس بات کو تسلیم کرنے میں دو امور کی بناء پر کسی کو تردد نہیں۔

اول :۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قاضیوں کی تین اقسام بنائی ہیں پھر ہر ایک کی صورت اس طرح بیان کی ہے جسے ہر ناقص و کامل اور جاہل و عالم سمجھ سکتا ہے۔

ثانی :۔ مقلد یہ دعویٰ نہیں کرتا کہ اس کے امام کی رائے حق ہے اور نہ وہ کہتا ہے کہ اس کے امام کی رائے باطل ہے بلکہ وہ اقرار کرتا ہے کہ وہ غیر کے قول کو بغیر حجت اور دلیل کے تسلیم کر لیتا ہے بلکہ اسے تو یہاں تک اقرار ہے کہ وہ دلیل کو سرے سے جانتا ہی نہیں۔ اس سے مستفاد ہوتا ہے کہ یہ ایک ایسا فیصلہ ہے جس کے متعلق مقلد خود بھی نہیں جانتا ہے کہ وہ کیا ہے۔ اگر وہ حق کے مطابق ہے تو اس نے بغیر علم کے فیصلہ کیا اور اگر یہ حق کے خلاف ہے تو اس نے بغیر حق کے فیصلہ کیا۔ یہی وہ دو قاضی ہیں جو جہنم میں جائیں گے۔ اور مقلد قاضی دونوں صورتوں میں جہنم میں جائے گا۔

گنہگار عامی مقلد قاضی سے زیادہ بخشش کے قریب ہے

عرب کہا کرتے ہیں۔

"برائی میں انتخاب اور پسندیدگی کا کوئی پہلو نہیں"۔ وہ شخص خائب و خاسر ہے۔ جو ہر حال میں جہنم سے نجات حاصل کرنے کی کوشش نہیں کرتا۔ اے مقلد قاضی! آپ کو کس چیز نے تقلید کی دلدل میں پھنسا دیا اور کون سی مصیبت آپکو اس مقام پر لے آئی ہے کہ اگر آپ اسی طرح فیصلے کرتے رہے اور ان فیصلوں سے آپ نے توبہ کے ساتھ رجوع نہ کیا تو جہنم میں جائیں گے۔ مختلف قسم کے گناہ گار اور اہلِ معاصی آپ سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے خائف اور آپ سے زیادہ اللہ کے ہاں اس کی بخشش کی امید رکھتے ہیں کیونکہ وہ گناہ کرتے ہیں مگر ساتھ ساتھ گناہ سے توبہ اور اس سے رجوع کا عزم بھی رکھتے ہیں۔ ہر گنہگار اللہ تعالیٰ سے مغفرت کا طالب رہتا ہے وہ اپنے نفس کو اس کی کوتاہی پر ملامت کرتا رہتا ہے۔ گنہگار ہمیشہ یہ چاہتا ہے کہ وہ موت سے پہلے پہلے تمام گناہوں کے میل کچیل سے پاک و صاف ہو جائے۔ اگر کوئی اس گنہگار کے متعلق یہ دعا مانگے کہ وہ ان گناہوں میں ہمیشہ مبتلا رہے تو سننے والے سنیں گے کہ وہ اس کو اچھا کہنے کی بجائے اسکو برا بھلا کہے گا۔

اگر اسے معلوم ہو جائے کہ وہ زندگی بھر ان گناہوں میں ملوث رہے گا اور ان گناہوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہو گا تو روئے زمین اپنی تمام تر کشادگی کے باوجود اس پر تنگ ہو جائے گی۔ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ گناہوں میں ملوث رہنا دخولِ جہنم کا موجب ہے۔ مگر یہ بے چارہ مقلد قاضی تو اس کے برعکس بسا اوقات اپنی تنہائیوں میں اور اپنی نمازوں کے بعد یہ دعا مانگتا رہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ قضا کی اس نعمت کو ہمیشہ اس کے پاس رکھے اس کا یہ عہدہ کبھی زوال سے دوچار نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ اس کے عہدے کو سازشیوں کی سازش اور حاسدوں کے حسد سے محفوظ رکھے۔ سازشی اور حاسد اسے اس عہدے سے معزول نہ کروا سکیں۔ اور کبھی کبھی یوں ہوتا ہے کہ اس عہدے سے علیحدہ کیا جانے والا شخص اس پر ہمیشہ رہنے کے لئے اس شخص کو رشوتیں پیش کرتا ہے۔ جو اسے

اس کے عہدے پر قائم رکھنے میں مددگار ثابت ہو سکتا ہے اور اس طرح وہ دنیا و آخرت کے گھاٹے میں پڑ جاتا ہے وہ اس عہدے کے حصول کے لئے دین و دنیا کو بھی داؤ پر لگا دیتا ہے اور جہنم خرید لیتا ہے۔ اس کے نزدیک بلند ترین مقصد یہ ہے کہ عوام کا جمگھٹا اس کے سامنے ہو اور ان کی چیخ و پکار اسے سنائی دے رہی ہو۔ اگر وہ سمجھنے کی کوشش کرے تو اسے معلوم ہو جائے گا کہ یہ کوئی بڑا مرتبہ اور کوئی بلند مقام نہیں کیونکہ لوگوں کا اجتماع تو کسی پر تعزیر کے نفاذ، حدود کے اجراء، قصاص لینے اور کسی کی اہانت کے لئے بھی ہو جاتا ہے بسا اوقات اس موقع پر اتنے لوگ جمع ہو جاتے ہیں کہ قاضی کی عدالت میں اس کا عشر عشیر بھی نہیں ہوتے۔ بلکہ لہو و لعب، طنز و تمسخر اور رقص و سرود کی محفلوں میں قاضی کی عدالت سے کئی گنا زیادہ لوگ ہوتے ہیں۔ وہ کسی سواری پر سوار ہوتے ہوئے اور ایک دو خادموں کو اپنے ہم رکاب دیکھ کر تکبر میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ مگر اسے معلوم ہونا چاہیئے کہ ایک مملوک غلام، جاہل عسکری اور ایک عام یہودی اور عیسائی بھی اس سے زیادہ شاندار سواری پر سوار ہوتے ہیں اور اس سے زیادہ خدام ان کی معیت میں ہوتے ہیں اب جبکہ یہ ذریعۂ معاش اور حرام کی تنخواہ ہر حالت میں اس کے لئے جہنم کا سبب بنتے ہیں تو اسے معلوم ہونا چاہیئے کہ کام کاج کرنے والے لوگ مثلاً جولاہے حجام، قصاب اور موچی وغیرہ اس سے زیادہ پر نعمت زندگی بسر کرتے ہیں اور اس سے زیادہ ان کو اطمینان قلب حاصل ہوتا ہے کیونکہ وہ عہدوں سے معزولیت کی تلخی سے بے خوف ہوتے ہیں اور ان پر اس قسم کی تہمت نہیں ہوتی کہ انہوں نے اپنے عہدے کیوجہ سے اپنی حالت بدل لی ہے۔ وہ اپنی دنیا میں عیش و لذت سے رہتے ہیں۔ اپنے آپ سے متمتع ہوتے ہیں اور نہایت تنعم اور اطمینان کے ساتھ چلتے پھرتے ہیں۔ یہ تو تھا دنیاوی اعتبار سے۔ رہا ان کا معاملہ آخرت کے اعتبار سے تو ان کے دل پوری طرح مطمئن ہوتے ہیں۔ انہیں معاش دنیا اور انتظام حیات کے ذرائع

افراد اسباب کے بارے میں کسی سزا کا خوف نہیں ہوتا کیونکہ ان کا کسب سراسر حلال اور ان کے ہاتھ ارتکابِ ظلم سے دور ہوتے ہیں۔ ان کو کسی خون اور کسی مال میں جواب دہی کا خوف نہیں ہوتا بلکہ ان کے دل امید و رجا سے لبریز ہوتے ہیں۔ یہ سب لوگ اس دارِ شقاوت و کدورت سے نکل کر دائمی نعمتوں کے گھر میں منتقل ہونے کی امید رکھتے ہیں۔ اور رہا یہ مقلد قاضی تو یہ تلخ زندگانی محرومی نعمت اور تکدرِ لذات کے احساس کا شکار رہتا ہے کیونکہ اس کے پاس جب کوئی جھگڑا آتا ہے تو اسے مخالفین کی مخالفت، اس کے احکام کو قبول نہ کرنے اور ان کی تعمیل کرنے پر اصرار اور ہچکچاہٹ کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور غم و ہموم دشمنوں کی شدید مخالفت اور مقابلے سے زچ ہونا پڑتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ وہ تبدیلِ احوال، اقتدار کے زوال، دشمنوں کی خوشی اور دوستوں کے رنج سے خائف رہتا ہے۔ اسے کوئی راحت اور کوئی نعمت اچھی نہیں لگتی بلکہ وہ تمام عمر رنج و غم میں مبتلا رہتا ہے۔ بقول متنبی

أَشَدُّ الْغَمِّ عِنْدِيْ فِيْ سُرُوْرٍ
تَيَقَّنَ عَنْهُ صَاحِبُهٗ انْتِقَالَا

(میرے نزدیک وہ خوشی سب سے بڑا غم ہے جس کے زوال کا خوش ہونیوالے کو یقین ہو)

خاص طور جب کہ وہ ہم رتبہ حاسدین اور مخالفین میں گھرا ہوا ہو تو ہمیشہ اُسے دل آزار باتیں سننا پڑتی ہیں۔ اس سے کہا جاتا ہے "لوگ آپ کے متعلق کہتے ہیں کہ آپ جاہل اور غلط کار ہیں"۔ کبھی اسے کہا جاتا ہے کہ "فلاں قاضی یا فلاں مفتی نے آپ کے فیصلے کے خلاف فیصلہ دیا ہے۔ آپ کے علم کو گھٹایا ہے آپ کی قدر کو کم اور آپ کے رتبے کو گرایا ہے"۔ کبھی یوں بھی ہوتا ہے کہ اس کے پاس وہ شخص آتا ہے جس کے خلاف اس نے فیصلہ دیا ہے اور اس سے کھلے بندوں کہتا ہے "میں آپ کے فیصلے پر عمل نہیں کروں گا"۔

اور اسی طرح اسے دیگر سخت باتیں سُننا پڑتی ہیں۔ اگر وہ اپنے فیصلے کا دفاع کرتا ہے تو یہ جاہلی جذبہ اور شیطانی وطاغوتی مدافعت ہے جو کبھی کبھی منصب و مرتبہ کی حفاظت اور بے قدری اور سقوطِ جاہ سے فرار کے لئے اُبھرتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اسے یہ بھی علم نہیں ہوتا کہ آیا حق اس کے ساتھ ہے یا اس شخص کے ساتھ ہے جس نے اس کے فیصلے کے خلاف فیصلہ کیا ہے۔ اور کیونکہ بیچارے کو خود بھی اعتراف ہے کہ وہ نہیں جانتا کہ حق کس کے ساتھ ہے اور اِس کی عدالت میں مُقدمے لے کر آنے والوں میں سے کوئی اس کی مذمت کرتا ہے اور کوئی اس کی شکایت کرتا ہے کہ قاضی نے اس کے مخالف سے رشوت لے کر غلط فیصلہ کیا ہے اس قاضی کے خِلاف شکایت اس لئے پیدا ہوتی ہے کہ قاضی کے مخالفین اس کے کان بھرتے ہیں۔ ان مخالفین کی نظریں اس کے عہدہ پر ہوتی ہیں یا وہ اس قاضی کے اختیارات کی نیابت یا اس کے کسی عطیے کے متمنی ہوتے ہیں۔ یہ محکوم علیہ ان کے پاس جاکر شکایت کرتا ہے اور اُن سے فتویٰ پوچھتا ہے یہ لوگ قاضی کے فیصلے میں نادر اختلافات اور دشوار قسم کے پہلو تلاش کرتے ہیں پھر اس فیصلے کے خلاف اپنے تبصرے تحریر کرتے ہیں وہ اپنی تحریروں میں اس قاضی کے خلاف بعض دفعہ اس قسم کے الفاظ استعمال کرتے ہیں جس سے قاضی کو رنج پہنچتا ہے اس طرح قاضی کے غم و ہموم اور پریشانیوں میں اور اضافہ ہوجاتا ہے۔ یہ ذتیرہ ان علماء کا ہے جو اس کے ہم عنبر متقلد ہیں۔

قاضی کے لئے مجتہد ہونا ضروری ہے، علمائے اجتہاد تو اس کے فیصلے کو سرے ہی سے باطل سمجھتے ہیں کیونکہ اس کا شمار ان قاضیوں میں ہوتا ہے جن کو جہنم کی وعید سُنائی گئی ہے۔ وہ سرے سے اس کو نہ قاضی تسلیم کرتے ہیں اور نہ اس کے فیصلوں کو مانتے ہیں۔ کیونکہ ان کے پاس اِس بات کی دلیل موجود

ہے کہ قاضی بننے کا اہل صرف وہی ہے جو صاحب اجتہاد ہو[1]۔ اور مقلد خواہ ورع تقویٰ اور عفت میں اولیاء کے مقام پر ہی کیوں نہ پہنچ جائے۔ مگر اُن کے نزدیک اگر وہ اپنے آپ کو اس قضا کے عہدے پر قائم رکھے ہوئے ہے۔ تو وہ معصیت پر مصر ہے۔ وہ اس قاضی کے فیصلوں اور احکام کو بھی اسی مقام و مرتبہ پر رکھتے ہیں جس پر دیگر عام علماء اہل تقلید کو رکھتے ہیں جو نہ قاضی ہوتے ہیں نہ مفتی۔ وہ اس کے فیصلوں کی ان تمام دستاویزات کو باطل قرار دیتے ہیں، جن پر اس کے دستخط ہوتے ہیں جس میں حرام کو حلال اور حلال کو حرام ٹھہرایا گیا ہو۔ بلکہ اگر اس کے فیصلے صحیح بھی ہوں۔ تب بھی وہ ان کو تسلیم نہیں کرتے کیونکہ یہ ایسے قاضی سے صادر ہوئے ہیں جس نے اگرچہ حق کے مطابق فیصلہ کیا ہے۔ مگر اسے معلوم نہیں کہ یہ فیصلہ حق ہے۔ قیامت کے روز اس کا شمار اُن قاضیوں میں ہوگا جو جہنم کے مستحق ہیں اور دُنیا میں اس کا شمار ان لوگوں میں ہے جو قضا کے عہدے کے اہل نہیں۔ اس کو وہ مقام و منزلت دینا جائز نہیں جو اہل اجتہاد قاضیوں کے لئے ہے۔

---

[1] اس بارے میں اختلاف ہے کہ آیا اس شخص کے لئے جو صاحب اجتہاد نہیں ہے اپنے امام یا کسی دُوسرے امام کے مذہب کے مطابق فتویٰ دینا جائز ہے؟ اہل علم کی ایک جماعت کی رائے یہ ہے کہ ایسے شخص کے لئے فتویٰ دینا جائز نہیں۔ کیونکہ مفتی کا لفظ ایسے شخص کے لئے وضع کیا گیا ہے جو لوگوں کے دینی امور کو قائم کرتا ہے جو قرآن و سنت کے عموم و خصوص، ناسخ و منسوخ کو محمول کرنے اور استنباط کی اہلیت رکھتا ہے۔ سمعانی مفتی کے لئے تین شرائط کو ضروری قرار دیتے ہیں۔

اوّل:۔ اجتہاد کی اہلیت ثانی:۔ عدالت ثالث:۔ تساہل اور رخصتوں سے اجتناب

بعض اہل علم اس طرف گئے ہیں کہ مقلد ایک شرط کے ساتھ مجتہدین میں سے کسی مجتہد کے مذہب کے مطابق فتویٰ دے سکتا ہے کہ یہ مفتی صاحب نظر ہو اور وہ اس مجتہد کے قول کے ماخذ سے آگاہ ہو ورنہ اس کے لئے فتویٰ دینا جائز نہیں۔ بعض نے اس پر اجماع کا دعویٰ کیا ہے مگر یہ دعویٰ صحیح نہیں۔ (ارشاد الفحول صفحہ ۲۶۹)

(باقی اگلے صفحہ پر)

مُقلد قاضی کی بے چارگی اس تمام تفصیل کے بعد معلوم ہونا چاہئے۔ کہ نحوست کا مارا ہوا یہ قاضی بادشاہ اور اس کے منہ چڑھے اعوان و مصاحبین کی خوشامد کرتا رہتا ہے۔ ان کی اطاعت کرتا ہے ان کے سامنے اپنے آپ کو ذلیل کرتا ہے ان کے محلوں کا طواف کرتا ہے اور ان کی ڈیوڑھیوں پر ماتھا رگڑتا ہے اگر وہ یہ کام نہیں کرتا تو اس کے ساتھ ان کا رویہ اس قدر سخت ہوتا ہے جس سے اس کی توہین اور بے قدری ہوتی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ اس کے اعوان و انصار اس کے ذریعے فوائد حاصل کرتے ہیں اور اس کے ذریعے دولت کماتے ہیں اور وہ اگرچہ اس کی تعظیم کرتے ہیں اس کے ساتھ کھڑے ہوتے ہیں اور اس کے ساتھ بیٹھتے ہیں مگر وہ اس کے حق میں اس کے دشمنوں سے زیادہ نقصان دہ ہیں۔ کیونکہ وہ لوگوں کے اموال لوٹتے ہیں اور یہ لوٹ کھسوٹ وہ اسی کے اختیارات کے سائے میں کرتے ہیں قاضی جو خود اگر قاضی غیر محتاط اور غافل قسم کا شخص ہو اور تمام معاملات پر نظر نہ رکھتا ہو تو بات بڑھ جاتی ہے وہ اپنا دین قاضی کی طرف منسوب کر دیتے ہیں وہ اپنا ظلم و جور اس کے ذمے لگا دیتے ہیں کبھی تو وہ اس کی طرف تقصیر بحث اور کبھی غفلت اور عدم تنبّہ منسوب کرتے ہیں کبھی وہ کہتے ہیں کہ اس کے اعوان و انصار جو لوٹ کھسوٹ کر رہے ہیں۔ اس میں اس کا بھی ہاتھ ہے یہ بھی اس سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ اگر یہ معاملہ نہ ہوتا تو اس نے اپنے اعوان و انصار کو لوٹ کھسوٹ کی ہرگز کھلی چھٹی نہ دی ہوتی۔

نیز اس کی سب سے زیادہ مذمت کرنے والے اس کو بُرا بھلا کہنے والے یہی اعوان و انصار ہیں۔ کیونکہ ان میں سے ہر ایک یہی چاہتا ہے کہ تمام فوائد صرف اسے حاصل ہوں جب کوئی فائدہ ان سب میں تقسیم ہوتا ہے یا اس

قاضی کی اہلیت کی بھی وہی شرائط ہیں جو مفتی کی اہلیت کیلئے ہیں کیونکہ بقول ابن القیم قاضی اور مفتی میں اس کے سوا کوئی فرق نہیں کہ قاضی اپنے فتوے اور حکم کو لازم اور نافذ کرتا ہے۔ اور مفتی اپنے فتویٰ کو لازم نہیں کرتا۔ (اعلام الموقعین ۲: ۱۷۵)

فائدے میں تنازع کے وقت یہ قاضی کسی ایک کے حق میں فیصلہ کر دیتا ہے تو باقی تمام لوگوں کے دل غصے اور کینے سے لبریز ہو جاتے ہیں وہ اپنی مجالس میں اس کی مذمت کرتے ہیں۔ خاص طور پر اس کے دشمنوں اور مخالفین کے پاس جا کر اس کے خلاف باتیں کرتے ہیں۔ ان کی موجودگی میں جو وہ فیصلے کرتا ہے اس میں کیڑے نکالتے ہیں۔ وہ کلام میں تحریف کرتے ہیں کبھی وہ کہتے ہیں کہ اس نے اس فیصلے میں جہالت سے کام لیا ہے کبھی کہتے ہیں کہ اس سے غلطی ہوئی ہے کبھی کہتے ہیں کہ اس نے رشوت لے کر فیصلہ کیا ہے اور کبھی کہتے ہیں کہ اس نے مداہنت اور خوشامد سے کام لیا ہے بالجملہ وہ ان سب کو راضی نہیں کر سکتا۔ کوئی نہ کوئی ایسا ضرور ہوتا ہے جو ہر حالت میں اس کی عیب جوئی کرتا ہے یہ ان لوگوں سے بے نیاز بھی نہیں ہو سکتا اس لئے اسے ان کی طرف سے محن و ابتلاء کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ حالانکہ وہ اس کے دوست دار ہوتے ہیں۔ اس کے امر و نہی اور اس کے عہدے سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ بعض متقدمین قضاۃ کا مقولہ ان پر کتنا صادق آتا ہے۔ کیونکہ صرف ایسا شخص ہی ان کو آزما سکتا ہے جو بے جا حمایت اور نرم رویہ رکھتا ہے۔ ان اوصاف سے شاذ و نادر ہی لوگ باہر نکلتے ہیں۔ البتہ کبھی کبھی یوں ہوتا ہے کہ کسی زمانے میں بعض لوگ ان اوصاف سے متصف نہیں ہوتے۔

اس دنیا میں تو اس مقلد قاضی کا یہ حال ہے رہا آخرت میں اس کا حال ہے تو گزشتہ صفحات میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ اس کا شمار ان دو قاضیوں میں ہوتا ہے جو کسی صورت جہنم میں جانے سے بچ نہیں سکیں گے جیسا کہ اس بحث اور اس کی تحقیق سابقہ سطور میں گزر چکی ہے وہ دنیا میں بھی جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں ہمیشہ رنج اور خوف کی حالت میں رہتا ہے جو لوگوں کے خون اور مال بلا قرآن و سنت کی کسی دلیل اور بصیرت کے بغیر مجرد تقلید اور جہالت کی بنیاد پر کئے گئے فیصلوں کی آخرت میں جوابدہی کے تصور سے پیدا ہوتا ہے حالانکہ قرآن مجید میں صریحاً اس چیز پر عمل کرنے سے روک دیا گیا ہے جس کے متعلق علم نہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۔ کسی ایسی چیز کے پیچھے نہ لگ جس کا تجھے علم نہ ہو۔ (بنی اسرائیل -۳۶)

ظن وگمان کی پیروی کی ممانعت اور اس معنی میں قرآن مجید میں بہت کثرت سے آیات وارد ہوئی ہیں متقلد علم اور ظن صحیح دونوں سے محروم ہوتا ہے اگر قرآن مجید میں اس کی ممانعت صرف وہی آیات ہوتیں جن کا ہم گزشتہ بحث میں ذکر کر چکے ہیں جیسے وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ تو کافی تھیں حالانکہ اس کے ساتھ ساتھ دیگر بہت سی آیات ہیں جن میں صراحت سے حکم دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ شریعت حق اور عدل کے ساتھ فیصلے کئے جائیں۔ اور اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ثابت ہے کہ جو کوئی حق کے خلاف فیصلہ کرتا ہے یا حق کے مطابق فیصلہ کرتا ہے مگر اسے علم نہیں ہوتا کہ یہ حق ہے۔ تو اس کا شمار جہنمی قاضیوں میں ہوگا۔

متقلد مفتی کیلئے فتویٰ دینا جائز نہیں

اگر آپ یہ کہتے کہ ایک متقلد قاضی بننے کا اہل نہیں اس لئے اس کے لئے جائز نہیں کہ وہ قاضی بنے۔ اور نہ کسی اور کے لئے جائز ہے کہ وہ اسے قاضی کے عہدے پر فائز کرے۔ تو اس مفتی کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے جو تقلید کا دم بھرتا ہے۔ تو میں کہتا ہوں کہ اگر آپ اس مسئلے میں لوگوں کے مذاہب، ان کی قیل وقال اور مفتی کی اہلیت کے لئے شرائط اور دیگر امور کے متعلق معلوم کرنا چاہتے ہیں تو آپ کو یہ تمام چیزیں فقہ اور اصولِ فقہ میں نہایت شرح وبسط سے مل جائیں گے[1]۔ اور اگر آپ اس بارے

---

[1] علامہ ابن القیمؒ نے مفتی کی شرائط، فتوے کے آداب، مفتی اور فتوے کے دیگر مسائل کے متعلق اپنی کتاب اعلام الموقعین میں بڑی عمدہ اور سیر حاصل بحث کی ہے۔ ملاحظہ ہو اعلام الموقعین جلد ۴ صـ ۱۵۷ تا صـ ۲۶۵

یں میری رائے اور میرے اعتقاد کے بارے میں پوچھتے ہیں تو میرے نزدیک کسی مقلد مفتی کے لئے جائز نہیں کہ وہ کسی ایسے شخص کو فتویٰ دے جو اس سے اللہ اور رسول کے حکم حق، کسی شرعی حکم اور کسی حلال یا حرام کے متعلق پوچھتا ہے۔ کیونکہ مقلد کو ان امور میں سے کسی کی بھی تحقیق نہیں۔ بلکہ ان امور کو مجتہد کے سوا کوئی بھی نہیں جانتا۔ اسی طرح اگر سائل اس سے مذکورہ بالا امور کی قید کے بغیر کوئی سوال کرتا ہے تو مقلد کے لئے جائز نہیں کہ وہ ان میں سے کسی کے بارے میں فتویٰ دے۔ کیونکہ سوال مطلق ہے جو شریعت مطہرہ کی طرف راجع ہے کسی صاحب رائے کے قول کی طرف نہیں لوٹتا۔ اگر سائل اس سے فلاں امام کے قول اور فلاں امام کی رائے کے مطابق فتویٰ پوچھتا ہے تو مقلد کے لئے اس کے مطابق فتویٰ دینا جائز ہے۔ اس امام کا قول نقل کرنے اور روایت کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ بشرطیکہ وہ اس امام کے قول اور مذہب کی کما حقہٗ معرفت رکھتا ہو۔ کیونکہ سائل نے ایک ایسے امر کے متعلق سوال کیا ہے جس کو روایت اور نقل کرنا ممکن ہے اور یہ اللہ تعالیٰ پر بہتان ہے اور بلا علم بات کرنا شمار کرنا نہیں ہوگا اور نہ اسے قرآن و سنت کی تعبیر اور استنباط کہا جائے گا۔ یہ تفصیل صحیح ہے اور کوئی انصاف پسند شخص اس کا انکار نہیں کرسکتا۔

مجتہد مفتی اور مقلد مستفتی

اگر آپ یہ پوچھیں کہ کیا صاحب اجتہاد کے لئے جائز ہے کہ وہ کسی ایسے شخص کو فتویٰ دے جو کسی خاص امام کے قول اور مذہب کے مطابق فتویٰ پوچھتا ہے۔ تو میں کہوں گا کہ ایک شرط کے ساتھ جائز ہے اگر اس امام کا قول یا رائے صحیح نہیں تو اس کو نقل کرنے کے بعد اس کی عدم صحت کی تصریح کر کے حق و صواب کی طرف راہ نمائی کر دے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اہل علم پر یہ ذمہ داری عائد کی ہے کہ وہ لوگوں کے سامنے حق کو واضح کر دیں اور یہ صاحب اجتہاد بھی اہل علم میں سے ایک ہے اور خاص طور پر اس وقت

جبکہ سائل اس فتویٰ کے متعلق یہ اعتقاد رکھے گا کہ یہ مفتی جو کچھ کہتا ہے وہ صواب ہے۔ حق واضح کرنا بہت ضروری ہے۔ نیز اس مجتہد کا ایسے مذہب کو نقل کرکے اس پر خاموش رہنا جو خلافِ صواب ہے۔ سیدھے سادے لوگوں کو اس وہم میں مبتلا کر دے گا کہ یہ حق ہے۔ اس موقع پر سکوت اختیار کرنا بہت بڑی برائی ہے اگر ایضاحِ حق پر وہ اپنی جان کے بارے میں کسی قسم کا خطرہ محسوس کرتا ہے تو وہ فتویٰ ہی نہ دے اور استفتاء کسی اور کے حوالے کر دے۔ اگر اس سے کوئی ایسی چیز نہیں پوچھی گئی جس کی توضیح اس پر واجب ہو تب اگر ضرورت اس بات کی متقاضی ہے اور وہ حق وصواب کی تصریح پر قادر نہیں تو وہ نہایت صراحت کے ساتھ یہ بتا دے جس سے فتویٰ طلب کرنے والے کو کوئی شک نہ رہے کہ یہ فلاں امام کا مذہب اور فلاں امام کی رائے ہے جس کے متعلق مستفتی نے سوال کیا ہے اور اس کے علاوہ اس نے کچھ نہیں پوچھا۔

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ اَوَّلًا وَّاٰخِرًا

(زیرِ طبع)

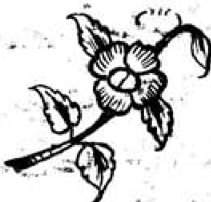
اسلام کے مناہجِ عدل

تصنیف: امام ابنِ قیّم الجوزیہ

ترجمہ و تعلیق: پروفیسر طیّب شاہین لودھی

یہ گرانقدر کتاب علّامہ ابنِ قیّم کی مشہور کتاب "الطرق الحکمیہ فی السیاسۃ الشرعیّہ" کا اُردو ترجمہ ہے۔ جو پروفیسر طیّب شاہین لودھی کے قلم کی کاوش کا نتیجہ ہے اِس کتاب میں فاضل مصنف نے قرآن و سُنّت کی روشنی میں بعض اہم قانونی نکات پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ اسلامی عدالتوں کے فیصلوں کے مناہج، شہادت کے ضابطوں، اس کے نصاب اور اسلام کے نظامِ احتساب پر قلم اُٹھایا ہے۔ دورانِ بحث فاضل مصنّف نے اسلام کے مایۂ ناز ججوں کی ذہانت کے بعض مستند واقعات کا بھی ذکر کیا ہے۔

مترجم نے ترجمہ کو بامحاورہ بنانے کے ساتھ ساتھ قانون کے طلبہ اور محققین کے لئے قرآن و حدیث اور فقہائے اسلام کے اقوال کے اصل حوالہ جات دقتِ نظری سے تلاش کر کے حواشی میں درج کیا ہے۔ جس سے کتاب کی افادیت بڑھ گئی ہے۔



نشر السنّۃ بیرون بوہڑ گیٹ مُلتان

(زیر طبع)

مدارج السالکین

تصنیف : الامام السلفی ابن قیمؒ الجوزیہ

ترجمہ : پروفیسر طیب شاہین لودھی

علامہ شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن ابی بکر المعروف بابن قیمؒ اہلِ علم میں ایک محدث فقیہ اور سیرت نگار کے طور پر مشہور ہیں مگر "مدارج السالکین" کے مطالعہ سے یہ حقیقت عیاں ہوتی ہے کہ وہ کوچۂ تصوف کے بھی رمز آشنا تھے۔ وہ نہ صرف اربابِ طریقت کی اصطلاحاتِ تصوف کے اسرار و رموز، اس کے مقامات و منازل اور اس کی عبارات و اشارات پر کامل عبور رکھتے تھے بلکہ انہیں اہلِ سلوک پر گزرنے والے احوال و واردات کا بھی کامل ادراک تھا۔

"مدارج السالکین" میں علامہ ابن قیم نے قرآن و سنت کی روشنی میں نہایت متوازن طریقے سے تصوف کے نظریات، اس کی منازل و مقامات اور اس کی واردات کا تجزیہ کیا ہے۔ قرآن و سنت کی میزان پر ان کا صحیح مفہوم اور اُن کی قدر و قیمت متعین کرنے کی کوشش کی ہے۔ اصحابِ تصوف کے اشغال و احوال اور اُن کی اصطلاحات کو اس میزان پر جانچا ہے۔

اُردو داں اہل ذوق کے لئے پروفیسر طیب شاہین لودھی نے مدارج السالکین کو اُردو میں منتقل کر کے نہ صرف ادبیاتِ اُردو میں تصوف کی ایک عظیم اور اچھوتی کتاب کا اضافہ کیا ہے بلکہ تصوف کے بارے میں سلفی نقطۂ نظر پیش کرنے میں بھی کامیاب ہوئے ہیں۔ "حقیقتِ تصوف" کے عنوان سے فاضل مترجم کا ایک مبسوط مقدمہ بھی شامل ہے۔

نشر السنۃ بیرون بوہڑ گیٹ ملتان

نرخ نامہ یکم مئی ۱۹۸۴ء

فاروقی کتب خانہ کی مطبوعہ معیاری کتابیں

کتاب	قیمت
قرآن مجید ترجمہ مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ	
ارشاد الفحول الی علم الاصول	زیرطبع
استیصال التقلید و دیگر رسائل از	
مولانا ملک عبدالعزیز مناظر ملتانیؒ	زیرطبع
اسبال المطر شرح قصب السکر	
نظم نخبۃ الفکر	۲۰/-
اسلامی مناہج عدل (امام ابن قیمؒ)	زیرطبع
اسلام کی پہلی تا چھٹی مجلد	زیرطبع
اسلام کی ساتویں تا نویں مجلد	"
اسلامی وظائف	"
اصطلاحات المحدثین	
شیخ الحدیث مولانا سلطان محمود صاحب	۲/۲۵
اصول الشاشی	
الفیتہ الحدیث	۱۵/-
ایضاح المطالب (شرح اردو کافیہ)	۲۰/-
البلاغ المبین	۱۲/-
بلوغ المرام مترجم اعلیٰ کاغذ	۷۰/-
" " ادنیٰ کاغذ	۵۰/-
" عربی	زیرطبع
پنج کتاب فارسی	۹/-
پند نامہ شرح اردو	زیرطبع
تلخیص المفتاح شرح برقوقی	"
تحفۃ الاحوذی مکمل	۲۰۰/-
ترک اسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ	زیرطبع
تفسیر ابن عباسؓ	"
تیسیر مصطلح الحدیث	۴۴/-
جمال القرآن	۲/-

کتاب	قیمت
جوابات نصاریٰ	۱۰/۵۰
حقیقت تقلید و اجتہاد (امام شوکانیؒ)	۱۸/-
خطبات سلیمانی	۲۷/-
خطبات التوحید (مولانا میرٹھیؒ)	۱۸/-
زاد الطالبین	زیرطبع
السنن الکبریٰ ۱۰ جلد مکمل	۱۲۰۰/-
سنن الدارقطنی	زیرطبع
سنن الدارمی	۱۴۰/-
شرح نخبۃ الفکر	۱۸/-
شورش کامل	۷۲/-
الصارم المسلول علی شاتم الرسولﷺ	۱۲۵
صرف میر	۷/-
صرف بہائی	۳/-
ضریری	زیرطبع
طب روحانی	"
الطرق الحکمیہ فی السیاسۃ الشرعیہ اردو ترجمہ (امام ابن قیمؒ)	
عون المعبود مکمل	۴۰۰/-
علل الحدیث امام ابن ابی حاتمؒ	۲۰۰/-
عربی بول چال	۴/۵۰
فصول اکبری	۱۴/-
فیصلہ قاتلان حسینؓ و دیگر رسائل ملک عبدالعزیز مناظر ملتانیؒ	زیرطبع
الفوائد الصمدیہ	۱۲/-
فیوض الحرمین	۱۲/-
القول المفید اردو ترجمہ امام شوکانیؒ	۱۸/-
قال اقول	۸/-

کتاب	قیمت
کتاب الکنیٰ والاسماء (امام دولابیؒ)	۲۰۰/-
کتاب الجنائز	۱۰/۵۰
کفارات الخطایا و موجبات المغفرۃ	۲۵/-
کتاب الاسماء والصفات	زیرطبع
کالالبانی	"
گلستان مترجم	۲۸/-
اللمحات الی ما فی انوار الباری من الظلمات	۱۰۰/-
مراح الارواح	۹/-
مقدمہ ابن صلاح	۱۸/-
مسند عمر بن عبدالعزیزؒ	۱۰/-
مفید الطالبین	۳/-
منطق مولانا عبداللہ غازی پوریؒ	۸/-
المنطق	[illegible]
المراسیل (ابن ابی حاتمؒ)	۵۰/-
مسئلۃ الاحتجاج بالشافعیؒ	۳۰/-
مرعاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح	۸۰۰/-
نواب مظفر خاں شہیدؒ	۴۸/-
نماز نبوی مترجم	۲/-

اپنی مطبوعات کے علاوہ ہمارے پاس لاہور، ملتان اور کراچی کے اکثر اداروں کی مطبوعات ہر وقت موجود رہتی ہیں

ادارہ